عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

# ختم نبوۃ

انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT

(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۲ • شمارہ نمبر ۲۴ • بتاریخ ۱۹ تا ۲۵ نومبر ۱۹۹۳ء

## معجزاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

## غیرت نے اسے جانباز بنا دیا

## منظور وٹو
## وزیر اعلیٰ پنجاب سے ایک سوال

## سپریم کورٹ کا تاریخ ساز فیصلہ

## قادیانی سازشوں کا جال

## اسلام سے عداوت سامراج کا ورثہ ہے

## مجاہدِ اسلام مولانا محمد ابراہیم ہزاروی

حضرت مولانا محمد احمد صاحب کراچی

آٹھواں درس

# سورۃ الحجرات

## پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر ایمان پر مستمر بھی رہے

بسم اللہ الرحمان الرحیم ○

انما المومنون الذین امنوا باللہ و رسولہ ثم لم یر تابوا و جاھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصدقون ○ قل اتعلمون اللہ بدینکم و اللہ یعلم ما فی السموت وما فی الارض و اللہ بکل شی علیم ○ یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدکم للایمان ان کنتم صدقین ○ ان اللہ یعلم غیب السموت والارض واللہ بصیر بما تعملون ○

"پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا' اور اپنے مال اور جان سے خدا کے رستے میں جہاد کیا' یہ لوگ ہیں سچے۔ آپ فرما دیجئے کہ کیا خدائے تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو' حالانکہ اللہ کو تو سب آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کی خبر ہے' اور اللہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔ یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں' آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو' بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے' اور تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے۔"

### تفسیر و تشریح

یہ سورۃ حجرات کی آخری اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ گزشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ حسب نسب کوئی فخر کرنے کی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام سے جاری کیا اور مختلف قومیں اور خاندان جو بنائے تو وہ محض باہم شناخت اور ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے بنائے نہ کہ فخر و تکبر کے لئے۔ پھر بتلایا گیا تھا کہ بڑائی اور بزرگی اللہ کے نزدیک تقویٰ اور پرہیزگاری میں ہے نہ کہ حسب و نسب پر اور تقویٰ چونکہ دل سے تعلق رکھنے والی چیز ہے۔ اس لئے اس کا حال اللہ تعالیٰ ہی کو خوب معلوم ہے کہ کون واقعی متقی ہے اور کس درجہ کا۔ اس لئے تقویٰ بھی ایسی چیز نہیں کہ کوئی اس پر فخر کرے اور دعویٰ اپنے متقی اور مقدس ہونے کا کرے۔ اسی سلسلہ میں قبیلہ بنی اسد کے بعض دیہاتیوں کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قحط کے زمانہ میں آئے اور کہا کہ ہم مومن ہیں اور دیکھئے دوسرے قبائل کی طرح ہم نے آپ کی مخالفت نہیں کی۔ ہمارے ساتھ ہمارے اہل و عیال بھی ہیں۔ غرض ان کی یہ تھی کہ آپ ہمارے ممنون ہو کر ہماری مدد کریں۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ان دیہاتیوں کو کہا گیا تھا کہ تم امنا کہہ کر دعویٰ ایمان مت کرو بلکہ اسلمنا کہہ سکتے ہو کہ مخالفت چھوڑ کر آپ کے مطیع ہو گئے۔ انہی بنی اسد کے دیہاتیوں کو ان کے دعویٰ ایمان کرنے پر ان آیات میں جتلایا جاتا ہے کہ کامل مومن کون ہیں اور اگر تم کو کامل مومن بننا ہے تو کیسے بنو چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ سچے اور پکے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ اور رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے یعنی اپنے مالوں کو بھی اور اپنی جانوں کو بھی راہ خدا میں جس میں جہاد بھی شامل ہے خرچ کرتے ہیں۔ یہ سچے لوگ ہیں جو کہہ سکتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ یہ ان لوگوں کی طرح نہیں جو صرف زبان ہی سے ایمان کا دعویٰ کر کے رہ جاتے ہیں۔ تو یہاں مومنوں یعنی کامل ایمان والوں کی تین صفات بتائی گئیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور دل سے یقین رکھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس خالص تصدیق اور کامل یقین پر پوری طرح جم جاتے ہیں اور جمے ہی رہتے ہیں اور اس میں شک و تردد میں نہیں پڑتے اور تیسرے یہ کہ اللہ کے دین کے لئے جان و مال کی قربانی پیش کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اگر یہ تینوں باتیں کسی میں موجود نہ ہوں تو وہ کامل الایمان نہیں کہلا سکتا۔ گو وہ زبانی کیسے ہی اسلام اور ایمان کے بلند دعوے کرتا ہو۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر واقعی سچا دین و ایمان اور کامل یقین تم کو حاصل ہے تو اپنے کہنے اور جتلانے سے کیا ہو گا؟ جس سے معاملہ ہے وہ آپ خبردار ہے۔ اور ایسا جاننے والا ہے کہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیہاتی جو اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان مت رکھو۔ تم جو اسلام قبول کرو گے۔ میری اطاعت و فرمانبرداری کرو گے اور میری دین میں مدد کرو گے تو اس کا نفع تمہیں کو ملے گا۔ تمہارے اسلام نہ لانے سے میرا کیا ضرر ہے اور اگر واقعی تم دعوائے ایمان و اسلام میں سچے ہو تو یہ تمہارا احسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ایمان کی طرف آنے کا رستہ دیا اور دولت اسلام سے سرفراز کیا۔ گویا خاتمہ سورۃ پر متنبہ کر دیا گیا کہ اگر تم کو قرآنی ہدایات اور اسلامی تعلیمات پر کاربند ہونے کی توفیق نصیب ہو تو اس کا احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان کا شکر ادا کرو جس نے تم کو ایسی توفیق عطا فرمائی۔ سورۃ کے خاتمہ پر فرمایا کہ دلوں کے بھید اور ظاہر کا عمل سب کو خدا خوب جانتا ہے اور اسی کے موافق تم کو جزا اور بدلہ دے گا تو پھر اس کے سامنے دعوے اور باتیں بنانے سے کیا فائدہ۔

ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر ایمان پر مستمر بھی رہے یعنی عمر بھر کبھی شک نہیں کیا اور اپنے مال و جان سے خدا کے رستہ میں یعنی دین کے لئے محنت اٹھائی جس میں جہاد وغیرہ سب آگیا۔ سو یہ

باقی ص ۷ پر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ کراچی

# ختم نبوة

انٹرنیشنل

# KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۲ ● شمارہ نمبر ۲۴ ● بتاریخ یکم تا ۷/جمادی الاخریٰ ۱۴۱۴ھ ● بمطابق ۱۹ تا ۲۵/نومبر ۱۹۹۳ء

## اس شمارے میں


۱۔ درس قرآن۔ سورۃ الحجرات۔ آٹھواں درس ―――― ۲

۲۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ―――― ۴

۳۔ وزیر اعلیٰ پنجاب جناب منظور وٹو سے ایک سوال (اداریہ) ―――― ۵

۴۔ معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (دوسری قسط) ―――― ۶

۵۔ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ ―――― ۸

۶۔ اسلام سے عداوت سامراج کا ورثہ ہے ―――― ۹

۷۔ قادیانی سازشوں کا جال ―――― ۱۰

۸۔ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد ابراہیم ہزارویؒ ―――― ۱۲

۹۔ آذربائیجان کا عبرت آموز واقعہ ―――― ۱۵

۱۰۔ قادیانیت عدالت کے کٹہرے میں ―――― ۱۶

۱۱۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کا تاریخ ساز فیصلہ ―――― ۱۸


**سرپرست**
مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

**مدیر اعلیٰ**
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

**مدیر مسئول**
عبدالرحمن باوا

**مجلس ادارت**
مولانا عزیز الرحمن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا ● مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان ● مولانا سعید احمد جلالپوری

**مدیر**
حافظ محمد حنیف ندیم

**سرکولیشن منیجر**
محمد انور رانا

**قانونی مشیر**
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

**خزانچی**
خوشی محمد انصاری

**رابطہ دفتر**
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

**مرکزی دفتر**
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

**اندرون ملک چندہ**
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۴۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

**بیرون ملک چندہ**
امریکہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۷۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات وانڈیا ۵۰ ڈالر
چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۳۲۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

پبلشر: عبدالرحمن باوا ○ طابع: سید شاہد حسن ○ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت: ۱۴۳ بزرٹہ لائن کراچی

# نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

از۔ ڈاکٹر سجاد سید' دہلی

شام شہر ہول میں شمعیں جلا دیتا ہے کون
ظلمت دل کو اجالے کی ردا دیتا ہے کون

گمراہوں کو سچے رستے پر بلانے کے لئے
اوج ہر کردار سے حق کی ندا دیتا ہے کون

اپنی ہستی سے شناسا کرکے اک اک گام پر
آدمی کو خالق کل کا پتا دیتا ہے کون

کچھ فقیران عرب کو دے کے شان بندگی
قیصر و کسریٰ کی بنیادیں ہلا دیتا ہے کون

جسم اطہر پر ہزاروں تیر غم سہنے کے بعد
سنگ پاشی کرنے والوں کو دعا دیتا ہے کون

درس وحدت اور اخوت دے کے آدم زاد کو
فرق افریقی و ایرانی مٹا دیتا ہے کون

جو علامت تھی حقارت کی سر فرش عرب
بنت حوا کو نجابت کی ردا دیتا ہے کون

جسم سے اس کے پسینہ خشک ہوجانے سے قبل
دوستو! مزدور کو اجرت دلا دیتا ہے کون

جنبش انگشت سے کس نے کیا شق القمر
غرب سے خورشید کو واپس کرا دیتا ہے کون

اپنی امت کی نجات و مغفرت کے واسطے
روتی روتے بارہا راتیں بتا دیتا ہے کون

# وزیر اعلیٰ پنجاب جناب منظور وٹو سے ایک سوال

منظور وٹو صاحب جب تک وزیر اعلیٰ نہیں بنے تھے' ان کے بارے میں سپاہ صحابہؓ کے حوالے سے یہ بحث چھڑ گئی کہ وہ قادیانی ہیں۔ جس کا جواب انہوں نے ایک خط کی صورت میں دیا' جس میں انہوں نے صاف اور واضح طور پر کہا کہ:

"ان کا ختم نبوت پر مکمل ایمان ہے اور وہ ستمبر ۱۹۷۴ء میں بننے والے قانون کے پابند ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور مرتد ہے۔ اس سلسلے میں ان کے بارے میں قادیانی ہونے اور اس کے ثبوت کی بات بے بنیاد ہے۔ ایک تحریری بیان میں جس کی فوٹو کاپی اخباری بیان کے ساتھ منسلک ہے' میاں منظور احمد وٹو نے قادیانیت سے مکمل برات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں مسلمانوں کے عقائد سے متفق ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی وضاحت کو قبول کیا جائے۔" (روزنامہ پاکستان ۱۹/اکتوبر ۱۹۹۳ء)

یہ مسئلہ اس وقت کھڑا ہوا' جب میاں منظور وٹو پنجاب کی وزارت اعلیٰ کے لئے نامزد کئے گئے۔ اخبارات میں ان کے قادیانی ہونے کا شور و غل برپا ہوا تو انہوں نے وضاحتی بیان میں اپنے قادیانی ہونے کی مکمل تردید کی۔ اس واضح تردید کے بعد کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ ان کے بارے میں قادیانی ہونے کا مسئلہ اس وقت بھی کھڑا ہوا تھا' جب وہ گزشتہ اسمبلی میں اسپیکر کے لئے نامزد ہوئے تھے۔ ان کے بیان کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ان کا مکمل دفاع کیا اور وہ اسپیکر منتخب ہو گئے۔

ہمیں کسی کو قادیانی بنانے' کہنے یا لکھنے میں خوشی محسوس نہیں ہوتی تمام قادیانی بھی اگر ایسا ہی بیان جاری کردیں تو وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔) لیکن میاں منظور احمد وٹو کے اس واضح بیان کے بعد کچھ ایسی باتیں ہیں جن سے مکمل طور پر یقین نہیں ہو پاتا کہ وہ قادیانی نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔ مثلاً"

1. ان کے والد قادیانی ہیں بلکہ اوکاڑہ کے مربی بتائے جاتے ہیں۔
2. ان کی والدہ قادیانی تھیں' جو فوت ہو چکی ہیں۔
3. ان کا خاندان قادیانی ہے۔

قادیانی ہونے کے ناتے ان کے اپنے والد سے تعلقات تو درست کہے جا سکتے ہیں لیکن جب وٹو صاحب جانتے اور مانتے ہیں کہ وہ قادیانی ہی نہیں' قادیانیوں کے مربی ہیں تو پھر ان سے تعلقات رکھنا کسی طرح درست نہیں۔ یہ بات قادیانیوں کے نزدیک بھی تسلیم شدہ ہے کہ مسلمانوں سے تعلقات' سلام کلام' رشتہ ناتہ سب ناجائز ہیں۔ ان کی نماز جنازہ میں بھی شرکت نہیں کی جا سکتی۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ قادیانیہ نے اپنے ایک لڑکے کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین میں اس لئے شرکت نہیں کی کہ وہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتا تھا۔ ایسے میں جناب وٹو صاحب کو وضاحت کرنی چاہئے کہ ان کے اپنے والد سے تعلقات ہیں یا نہیں' اگر ہیں تو کیوں؟

اگر والد سے صرف والد ہونے کے ناتے تعلقات ہیں تو ان کے اپنی برادری اور خاندان سے تعلقات بھی ہیں' جو قادیانی ہیں اور قادیانی مسلمانوں کے بارے میں جو عقیدہ رکھتے ہیں' ہم اس پر پہلے ہی روشنی ڈال چکے ہیں۔ وٹو صاحب کی تسلی کے لئے چند حوالہ جات مزید پیش خدمت ہیں۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

"تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں (یعنی مسلمان) بکلی ترک کرنا ہوگا۔" (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۷)

اس کا بیٹا آنجہانی مرزا محمود لکھتا ہے:

سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے' خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا' وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔" (آئینہ صداقت ص ۳۵ از مرزا محمود)

"خدا تعالیٰ نے آپ (مرزا قادیانی) کا نام عیسیٰ رکھا ہے تاکہ آپ سے پہلے عیسیٰ کو یہودیوں نے سولی پر لٹکایا تھا مگر آپ زمانہ کے یہودی صفت لوگوں کو سولی پر لٹکائیں۔" (تقدیر الٰہی ج ص ۲)

کیا ان واضح حوالہ جات کے بعد اس بات کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ ہم مسلمان ہو کر ان مرتدوں اور زندیقوں سے تعلقات رکھیں۔ وہ ہمیں کافر کہیں' تعلقات ترک کرنے کا عقیدہ رکھیں اور ہم مسلمانوں کو یہودی صفت کہہ کر ہمیں سولی پر چڑھانے کے عزائم رکھیں اور ہم ان سے تعلقات بڑھاتے پھریں؟

مبینہ طور پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ بننے کے بعد وہ اپنی والدہ کی قبر پر گئے اور فاتحہ پڑھی۔ مانا کہ والدہ کی محبت فطری ہے لیکن وہ قادیانی تھی۔ حضور تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے لئے دعائے مغفرت کرنے حتیٰ کہ اس کی قبر پر بھی کھڑے ہونے کی اجازت نہ ہو اور وٹو صاحب اپنی قادیانی والدہ کی قبر پر کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی کریں۔ یہ چند باتیں ایسی ہیں جن سے شکوک و شبہات نے جنم لیا ہے' جن کی وضاحت وٹو صاحب کے لئے بہرحال ضروری ہے۔

قسط نمبر۲

محمد اقبال' حیدر آباد

# معجزاتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم

## دنیا میں کوئی بھی کتاب روزانہ اس کثرت سے نہیں پڑھی جاتی جتنا کہ قرآن مجید پڑھا جاتا ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سراپا اعجاز ہے۔

### معجزۂ قرآن

صحیح بخاری باب الاعتصام میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو معجزہ مجھے عنایت کیا گیا وہ وحی قرآن ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کیا۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے پیروؤں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

معجزۂ قرآن کے کئی پہلو ہیں۔ ایک پہلو یہ ہے کہ قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہے گا' اس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لے لی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ یہودیوں' عیسائیوں وغیرہم کسی کی مقدس کتاب اپنی اصلی صورت میں محفوظ نہیں ہے۔ اس کا اعتراف خود ان مذاہب کے محققین اور عالم بھی کرتے ہیں۔ اس کے برعکس غیر مسلم محققین اور عالم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ قرآن اپنی اصلی صورت میں ایک ایک حرف کے ساتھ جوں کا توں محفوظ ہے۔ اس کا یہ محفوظ رہنا' ایک عظیم معجزہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر گواہ ہے۔ قرآن کے علاوہ دوسری کتب سماوی کے نئے نئے ایڈیشن شائع ہوتے رہتے ہیں اور ہر ایڈیشن دوسرے سے مختلف ہوتا ہے لیکن قرآن میں بھی اور کہیں ایک زیر زبر کی تبدیلی نظر نہیں آتی۔ یہ حفاظت قرآن' کاغذ اور قلم کے محتاج نہیں کیونکہ آج دنیا سے کاغذ اور قلم مٹ جائیں تب بھی یہ لاکھوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ رہے گا۔

گزشتہ چودہ سو برس میں ہزاروں انقلاب آئے۔ آبادیاں ویران ہوگئیں' ویران آباد ہوگئے۔ خود ہمارے اندر بے شمار نئے نئے فرقے ہوگئے۔ زاہد نے دین چھوڑ دیا۔ صوفی اپنے عقیدے سے پھر گیا۔ یہودی مسلمان ہوگیا لیکن قرآن جیسا تھا ویسا ہی آج ہے۔ قرآن مجید میں سیدنا حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ مذکور ہے۔ اس میں دونوں بزرگوں کے ایک گاؤں میں وارد ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ وہاں کے لوگوں نے معزز مہمانوں کی میزبانی سے انکار کردیا تھا۔ گاؤں والوں کی یہ طوطا چشمی اور ناقدرشناسی قرآن مجید میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئی۔ کئی صدیاں گزرجانے کے بعد گاؤں والوں کی خوش بختی کا ستارہ چکا اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ دور فاروقی میں سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزاری کہ جس آیت میں ہماری ناقدرشناسی کا ذکر ہے وہ قیامت تک ہماری ناشائستہ حرکت' کنجوسی و بخیلی کا اعلان کرتی رہے گی۔ اگر آپ قرآن مجید کے لفظ فابو کو فاتو کردیں یعنی ب کے بجائے ت کردیں تو معنی بدل جائیں گے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوجائے گا کہ گاؤں والے میزبانی کے لئے دوڑتے آئے۔ اس کا جو معاوضہ آپ تجویز فرمادیں' ہم حاضر ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا۔ اے اہل قریہ! اگر تم لوگ زمین و آسمان کے سارے خزانے میرے قدموں میں ڈال دو تو بھی اس ایک حرف کی ترمیم و تبدیلی قرآن عزیز میں نہیں کی جاسکتی۔

قول خدا قول نبی فرماں نہ بدلا جائے گا
ہم لاکھ بدل جائیں قرآن نہ بدلا جائے گا

ہم نے قرآن اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔(القرآن)

کتابیں جل سکتی ہیں' الماریاں غرقاب ہوسکتی ہیں مگر سینوں میں لکھا ہوا قرآن جس کے حافظ ہر زمانے میں لاکھوں کی تعداد میں موجود رہے ہیں اور رہیں گے' اس کو کون جلا سکتا ہے؟ کون ڈبو سکتا ہے؟ کوئی باپ اپنے چہیتے بیٹے کی چٹھی زبانی نہیں سنا سکتا۔ کوئی ایڈیٹر اپنا تازہ لکھا ہوا اداریہ ازبر نہیں کرسکتا۔ شاعر تازہ غزل سنانے کے لئے اپنی جیب ٹٹولتا ہے۔ کاغذ یا بیاض نکال کر پڑھتا ہے۔ اسکول کے کورس جن پر پاس فیل کا دارومدار ہے آج تک کسی نے حفظ نہیں کئے۔ معجزہ دیکھئے عربی زبان کا قرآن' معنی سمجھے بغیر ایک آٹھ سالہ بچہ اول سے آخر تک زبانی فرفر سنا دیتا ہے۔ سبحان اللہ! بچے میں کیا طاقت ہے؟ یہ اعجاز ہے اس ذات پاک کا' جس نے فرما رکھا ہے کہ ہم اس قرآن کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

بڑے بڑے مصنف کی کتاب یا اعلیٰ سے اعلیٰ اخبار ایک بار پڑھا اور پھینک دیا لیکن قرآن مجید کو سو بار پڑھو پھر بھی نئی لذت' نیا لطف' نیا مزہ اور پہلے سے کہیں زیادہ مٹھاس۔ فلمی گانے جو آج کل بہت مشہور و مقبول ہیں اور بچے بچے کی زبان پر چڑھ جاتے ہیں چند دن بڑی دھوم دھام سے زندہ رہتے ہیں اور پھر ہمیشہ کے لئے مرجاتے ہیں لیکن یہ قرآن مجید جو زندہ ہے اور زندہ رہے گا اسے کروڑ مرتبہ پڑھیئے پھر بھی تازہ جدید ہے اور بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ یہ بھی معجزہ ہے کوئی کتاب روزانہ اس کثرت سے نہیں پڑھی جاتی جتنا کہ قرآن مجید۔

### معجزۂ ہجرت

یہ وہ خصوصیت ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ انبیائے کرام سے ممتاز کردیا۔ وہ دور رس نتائج کے چشمے ابل پڑے جن کا تصور بھی آپؐ کے صحابہ کرامؓ کو نہ تھا لیکن جب نتائج ظاہر ہوگئے تو ان کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور زیادہ کامل ایمان ہوگیا' جس کی ذات خود ایک مستقل معجزے کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہجرت نے وہ کچھ کیا جو کسی امت اور کسی حکومت نے آج تک نہیں کیا۔ ہجرت کے نتائج اتنے بڑے بڑے ظاہر ہوئے کہ یہ ایک غیر طبعی سی چیز خیال کی جانے لگی۔ اسباب و وسائل نے مجتمع ہو کر جو نتائج نہیں پیدا کئے' وہ اس ہجرت نے پیدا کردیئے۔ اسی کو دیکھ کر چشم عالم حیران ہے۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد نہیں ہوا کہ لوگوں کو متحد کرکے مادی منافع کے لئے اپنی قوت کو جھونک دیں۔ بلکہ ہجرت کے بعد آداب و اخلاق' اصول ولیکن دین کے ایسے انسانیت ساز نمونے پیش کئے گئے جس کی نظیر قدیم و جدید کسی دور میں کسی قوم میں

نہیں ملتی۔

ہجرت کے عظیم نتائج میں سے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ اسی نے دین کا ستون گمرائی میں نصب کر کے فتح مکہ کے بعد سرزمین قبلہ کو شرک اور بتوں سے پاک کیا۔ ہجرت عروج اسلام اور زوال کفر کا پیش خیمہ تھی۔

## معجزہ شق القمر

کفار نے علماء یہود سے دریافت کیا تھا کہ ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان کی صداقت کا کیا نشان طلب کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ سحر کا اثر صرف زمین تک محدود ہے' تم کہو کہ ہم کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلا دو۔ امید ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ نہ دکھلا سکے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے کفار مکہ پر اتمام حجت کے لئے شق قمر کا معجزہ دکھایا۔ قرآن بھی اس کی شہادت دیتا ہے۔ "قیامت نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا اور کفار جب کوئی بڑا نشان دیکھیں تو اس سے اعراض ہی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ (القمر)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے ادھر اور دوسرا اس سے نیچے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "دیکھو گواہ رہنا۔" (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ ترمذی)

قریش نے کہنا شروع کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر سحر کیا۔ پھر بعض لوگ کہنے لگے کہ جو مسافر آئیں ان کا انتظار کرو کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ طاقت نہیں کہ تمام جہاں پر سحر کریں۔ پھر انہوں نے انتظار کیا تو جتنے مسافر آئے تو انہوں نے یہ عجیب واقعہ (شق القمر) بیان کیا۔

حضرت جبیر بن مطعمؓ نے مسلمان ہونے کے بعد جب حج کیا تو مقام منیٰ میں لوگوں سے یہ حدیث بیان کی اور لوگوں کو اشارہ سے بتلایا کہ چاند کا ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر تھا اور دوسرا اس پہاڑ پر تھا۔

بدر کے میدان میں ایک ہزار کافروں کے مقابلے میں تین سو تیرہ مسلمان تھے۔ اس وقت اللہ نے یہ عجیب معجزہ دکھایا کہ مسلمانوں کو کفار بہت کم نظر آتے تھے تاکہ ان کے حوصلے بلند رہیں اور وہ بے خوف ہو کر لڑیں۔ دوسری طرف کفار کی نظروں میں بھی مسلمان اپنی اصل تعداد سے بہت کم نظر آ رہے تھے۔ یہ اس لئے کہ وہ لڑائی کا ارادہ ترک نہ کر دیں اور مسلمانوں کو بہت قلیل دیکھ کر سمجھیں کہ فتح ہماری ہوگی اور میدان جنگ میں موجود رہیں تاکہ اپنے انجام کو پہنچیں۔ سورۃ انفال کی آیت میں اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا گیا۔ "خدا کے اس احسان کو یاد کرو جب تم دشمنوں سے صف آراء ہوئے تو وہ تمہاری نگاہوں میں ان کو تھوڑا کر کے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی آنکھوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا کہ اس کام کو جس کا ہونا مقرر ہے طے کر دے۔" بدر کے میدان میں یہ ہوا کہ پہلے تو کفار کو مسلمان کم نظر آ رہے تھے۔ مگر جب لڑائی شروع ہو گئی تو انہیں مسلمانوں کی تعداد اصل سے دگنی نظر آنے لگی وہ گھبرا گئے اور حوصلہ ہار کر جنگ ہار دی۔

حضرت ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ کفار یوم بدر میں ہماری نظروں میں تھوڑے معلوم ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے اس ساتھی سے جو میرے برابر میں تھا کہا کہ کیا تو انہیں ستر کے قریب دیکھتا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ سو کے قریب ہیں۔ یہاں تک کہ ہم نے کافروں میں سے ایک آدمی کو پکڑا اور اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہم ایک ہزار تھے۔ (طبرانی)

غزوہ حنین میں قبیلہ ہوازن کے تیر اندازوں کی طرف سے تیروں کی وہ بارش ہوئی کہ مسلمانوں کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی ایک مٹھی زمین سے اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکی اور یکایک جنگ کا نقشہ بدل گیا اور ہوازن کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ قرآن مجید میں ہے۔ "اللہ نے بہت سے مواقع پر تمہاری نصرت کی اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت تعداد نے تم کو مغرور بنا دیا تھا تو یہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور زمین تم پر اپنی فراخی کے باوجود تنگ ہو گئی۔ پھر پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین اپنے رسولؐ پر اور مومنوں پر نازل کی اور وہ فوجیں اتار دیں جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کفر کرنے والوں کو پوری سزا دی۔ (توبہ)

حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ احد کے دن عبداللہ بن جحشؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی تو سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک ٹہنی عنایت فرمائی جو کہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی جس کا دستہ اسی لکڑی کا رہا اس کے بعد وہ اسی تلوار سے لڑے اور پھر اس تلوار کا نام ہی العرجون (کھجور کی ٹہنی) پڑ گیا اور یہ تلوار خلفاء اور امراء کے ہاں متوارث آتی رہی تا آنکہ بغا ترکی سے دو سو دینار میں خرید لی گئی۔ بغا ترکی..... اس کا نام ابو موسیٰ تھا اور بغا کبیر کے نام سے مشہور تھا۔ اسے عباسی خلیفہ الواثق باللہ نے شعبان ۲۳۰ ہجری میں مدینہ منورہ بھیجا تھا (عہد التاریخ الاسلامی ص ۹۵)

مسند بزاز میں ثقہ راویوں سے حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ احد کے دن ایک کافر نے یوں کہا کہ یا اللہ! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا نبی ہے تو مجھے زمین میں دھنسا دے چنانچہ وہ بدبخت زمین میں دھنس گیا۔

عتبہ بن ابی وقاص نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نچلا ہونٹ مبارک زخمی کیا تھا۔ اسی بدبخت کی ضرب سے دانت مبارک بھی شہید ہو گیا تھا۔ اس عتبہ کو دنیا میں یہ سزا ملی کہ اس کی نسل سے جو بھی پیدا ہوتا تھا اول تو وہ بلوغت سے پہلے ہی ہلاک ہو جاتا تھا ورنہ اس کے آگے کے دانت پیدائشی طور پر نہ ہوتے اور یا اس سے بدبو آتی تھی۔

ہجرت کے ساتویں سال غزوہ خیبر کے موقع پر سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب نے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ جب سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے لئے تشریف لائے تو گوشت سے آواز آئی کہ اس میں زہر ہے آپ تناول نہ فرمائیں۔

بعض جنگوں میں اللہ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتے نازل کئے اور یہ آسمانی مخلوق کئی صحابہؓ نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ سہیل بن عمرؓ نے بیان کیا کہ میں نے یوم بدر میں ایسے لوگ بھی دیکھے جو سفید تھے۔ چتکبرے گھوڑوں پر سوار آسمان و زمین کے درمیان تھے۔ ان پر علامتیں لگی ہوئی تھیں اور وہ کفار کو قتل کرتے اور گرفتار کرتے تھے۔ (ابن عساکر)

غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق میں کفار عرب نے مدینے پر یلغار کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس یلغار کی پہلے ہی خبر دے رکھی تھی اور مقابلے کے لئے خندقیں کھودی گئی تھیں۔ مسلمانوں نے جب کفار کا سیلاب مدینے پر حملہ آور دیکھا تو ان کے ایمان میں اور پختگی آگئی کہ اللہ کے رسولؐ نے قبل از وقت ہی مطلع کر دیا تھا' اس لئے ہم نے تیاری کر رکھی تھی۔ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ یوں ہے۔ "اور جب مومنین نے ان متحدہ حملہ آور قبیلوں کو دیکھا تو کہنے لگے یہی وہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے کیا تھا اور خدا اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس واقعہ نے ان کو ایمان اور اقرار میں اور زیادہ پختہ کر دیا۔" (الاحزاب)

اسی جنگ میں کفار نے بیس دن تک مدینے کا محاصرہ رکھا۔ اس کے بعد معجزۂ الٰہی ظاہر ہوا اور ایسے زور کی آندھی چلی کہ محاصرہ کرنے والی کافر فوج کے خیمے اکھڑ گئے۔ پھر اس قدر شدید سردی پڑی کہ دشمن ٹھٹھر کر رہ گئے اور محاصرہ اٹھا کر بھاگ نکلے۔

سورۃ احزاب میں اس معجزے کا یوں تذکرہ ہے۔ "مسلمانو! یاد کرو اپنے اوپر خدا کی اس نعمت کو کہ جب فوجوں نے تم پر حملہ کیا اور ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور ایسی فوجیں بھیجیں جن کو تم نے نہیں دیکھا اور جو تم کر رہے تھے خدا اس کو دیکھ رہا تھا۔"

غزوۂ خیبر میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی پنڈلی پر زخم آگیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دم کیا اور وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ ابو رافع یہودی کو کیفر کردار کو پہنچا کر واپس آ رہے تھے کہ پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پھیرا اور پنڈلی "آنا" فانا" ٹھیک ہو گئی۔

محمد بن حاطبؓ جب بچے تھے تو ان کا ہاتھ جل گیا۔ ان کی والدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر

باقی ص ۲۹ پر

تحریر:۔حافظ محمد ابراہیم بندھانی

## عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر دوم

# خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

## مرزائی ہم سے جدا ہیں' وہ ہمارا مذہبی فرقہ نہیں' ایک سیاسی گروپ ہے' قاضی احسان احمد

جنگ آزادی کے نامور مجاہد' سفیر اسلام' مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوسرے امیر حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ بلبل حریت' شہنشاہ خطابت' امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی (قلندرانہ و مومنانہ) زیر قیادت برطانوی استعمار کو برصغیر سے مار بھگا دینے والے اس قافلہ حریت و فکر کے پرجوش و سرفروش مجاہدین میں سے ایک ہیں' جسے تاریخ "مجلس احرار اسلام" کے نام نامی سے یاد کرتی ہے۔ احرار جماعت کے ملک و ملت سے متعلق ناقابل فراموش کارناموں اور بیش بہا قربانیوں کو احرار شاعر جانباز مرزا نے کس قدر خوبصورت الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

ہم نے تاریخ پہ احسان کیا ہے لوگو
ہم نے اس باغ میں خوں اپنا دیا ہے لوگو
دہر میں نام خدا ہی پہ تو تعزیریں ہیں
ہاں مگر' ہم نے بارہا یہی نام مقدس لیا ہے لوگو
جس کی لو میں تمہیں منزل کے نشاں ملتے ہیں
خون احرار سے روشن وہ دیا ہے لوگو

حضرت قاضی صاحب کی ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ کو ملتان کے قصبے شجاع آباد میں جناب قاضی محمد امین کے گھر میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد نہ صرف ایک زمیندار اور کھاتے پیتے خوشحال گھرانے کے مالک تھے۔ بلکہ آپ کا پورا خاندان علم و عمل کا گہوارہ اور دین اسلام سے جنون کی حد تک لگاؤ رکھتا تھا۔ قاضی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کی۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے چشم و چراغ تھے۔ یہ تقریباً ۱۹۲۸ء کے زمانے کی بات ہے۔ ابھی آپ نے اپنی عمر عزیز کی اٹھارہ بہاریں ہی طے کی تھیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن فرنگی سرکار کا اقتدار اپنے پورے عنفوان شباب پر اور برصغیر کے غلام عوام پر اس کا انسانیت سوز ظلم و ستم برداشت کی حدیں پار کرتا چلا جارہا تھا' تو خوف اور وحشیانہ بہشت کی اس فضا میں ایک مرد حریت' پیکر جرات و استقامت' خطابت کے شہسوار اور حق گوئی و بے باکی کی بے نیام تلوار مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اپنی آتش فشاں تقاریر سے اسلام کے خطرناک موذی دشمن انگریز سامراج کے ایوانوں میں نہ صرف ہلچل مچا رہے تھے بلکہ برصغیر کے مظلوم و مقہور عوام کے منجمد لہو کو گرما کر انہیں غیر ملکی حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے علم بغاوت بلند کرنے پر آمادہ کرنے کی غرض سے ہندوستان کے چپے چپے کے طوفانی دورے کر رہے تھے' اسی سلسلہ میں جب شاہ جی شجاع آباد کے دورے پر تشریف لائے تو قاضی محمد امین نے اپنے اکلوتے لخت جگر قاضی احسان احمد کا ہاتھ پکڑ کر حضرت امیر شریعتؒ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا کہ شاہ جی! فرنگی استعمار کے خاتمہ' آزادی کے حصول' سامراج کے دیسی گماشتوں' اسلام دشمن فتنوں کا قلع قمع کرنے اور دین اسلام کی حقانیت و صداقت کا پرچم سربلند کرنے کے اس عظیم مقدس مشن میں دینے کے لئے میرے پاس میرے لخت جگر "احسان" سے زیادہ اور کوئی قیمتی شے نہیں۔ حضرت امیر شریعتؒ اور قاضی صاحبؒ کے مابین قائم ہونے والا یہ تعلق باہمی رفاقت و ارادت کی ناقابل تسخیر لڑیوں کے بندھنوں میں اس طرح سے بندھ گیا کہ پھر قاضی صاحبؒ تادم مرگ حضرت امیر شریعتؒ کی انقلابی قیادت کے زیر سایہ احرار کا پرچم تھامے برصغیر پاک و ہند میں چلنے والی تمام سیاسی و مذہبی تحریکوں میں نہ صرف ہراول دستوں میں پیش پیش رہے بلکہ ریل و جیل کی صعوبتوں' بے پناہ مصائب و ابتلاء اور ہر قسم کی کٹھن سے کٹھن تر آزمائشوں کے باوجود قربانی و ایثار کے پیکر مجسم' شوق شہادت کے جذبے سے سرشار قاضی صاحبؒ فرنگیت و مرزائیت اور ان کے دیسی گماشتوں کی مکمل سرکوبی' دین اسلام کی سربلندی' مملکت و ملت کے تحفظ' ناموس ختم نبوت' عدل و انصاف پر مبنی نظام کے نفاذ اور حکومت الہیہ کے قیام کے لئے احرار کے دیگر شیردل مجاہدین شیخ حسام الدینؒ ماسٹر تاج الدین انصاریؒ مولانا مظہر علی اظہرؒ آغا شورش کاشمیریؒ اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ وغیرہم کے ہمراہ سرگرم عمل رہے۔ ۱۹۴۷ء میں برصغیر سے فرنگی سرکار کے انخلاء اور مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی ناقابل فراموش قربانیوں کے صدقے پاکستان کے نام سے نئی اسلامی و نظریاتی مملکت کے معرض وجود میں آجانے کے بعد احرار کی دور اندیش قیادت نے عظیم تر اسلامی مفاد اور مسلمانوں کے روشن مستقبل کے پیش نظر جذبہ حب الوطنی کا قابل صد تحسین مظاہرہ کرتے ہوئے وطن عزیز کی جغرافیائی سلامتی و استحکام اور حقیقی معنوں میں شریعت کے نظام کے نفاذ کی خاطر مسلم لیگ سے اپنے تمام سیاسی اختلافات ختم کرکے اس سے بھرپور تعاون کرنے کا باقاعدہ اعلان کردیا۔ انہی دنوں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں ایک طویل عرصہ کے بعد سیالکوٹ حاضر ہوا ہوں۔ رام تلائی کا یہ میدان میرے لئے نیا نہیں۔ مجھے ۱۹۳۱ء کے وہ دن بھی یاد ہیں' جب جماعت احرار کی تحریک کشمیر کے سلسلہ میں ایک عظیم احتجاجی جلسہ میں اسی جگہ آپ سے مخاطب ہوا تھا لیکن کل اور آج میں ایک فرق ہے۔ کل میں بغاوت کا پیغام لے کر آیا تھا' آج

باقی ص ۳۶ پر

تحریر: مولانا واضح رشید الندوی ترجمہ: اشرف فردوسی علیا اولی ادب

# اسلام سے عداوت سامراج کا ورثہ ہے

## برطانوی حکمرانوں کو قرآن و سنت اور حضورؐ کی ذات پاک سے خصوصی دشمنی اور عداوت تھی

برطانیہ اخیر زمانہ میں سب سے بڑا سامراجی ملک تھا۔ جس نے دنیا کے بڑے حصہ کو اپنے آہنی شکنجہ میں دبا رکھا تھا جو عالم اسلام پر مشتمل تھا۔ مسلمانوں سے اقتدار چھیننے کی وجہ سے وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں میں سرفہرست تھا۔ اس کے اسلام اور مسلم دشمنی بالکل علانیہ اور کھلی ہوئی تھی جس میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ برطانوی حکام خود اسلام اور مسلم دشمنی کا برملا اظہار کر رہے تھے۔ تاریخ میں برطانوی لیڈروں' نیز عالم اسلام کے مختلف حصوں میں سیاسی' تعلیمی اور ترجیحی ذمہ داروں کے بیانات محفوظ ہیں۔ برطانوی حکمرانوں کو قرآن' سنت نبویؐ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے خصوصی دشمنی اور عداوت تھی۔ انہوں نے اپنی ساری توانائیوں اور توجہات کو صرف اس بات پر مرکوز رکھا تھا کہ عرب قوم اور ان کی حامی اقوام کو ایسے فکری اور سیاسی مسائل میں مبتلا کردیں کہ وہ دعوت اسلامی اور اتحاد و اتفاق کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔ ان کے درمیان تنازعات کی خلیج کو وسیع کرنے کی غرض سے برطانیہ نے ایسے مراکز' ادارے اور دانش گاہیں قائم کیں جو مسلمان نوجوانوں اور تعلیم یافتہ افراد کے ذہنوں میں شکوک و شبہات کو پیدا کریں اور انہیں اسلام اور اس کی تعلیمات سے متنفر ہونے اور ذہنوں میں انحراف اور اسلامی تعلیمات سے بے تعلقی پیدا کریں۔ برطانوی حکام کے ذہنوں میں آج بھی اسلام کے بارے میں دشمنانہ نظریہ موجود ہے اور وہ قدیم پالیسی پر قائم ہیں۔

برطانوی ذرائع ابلاغ معصوم ذہنوں' صالح قیادتوں کا چہرہ مسخ کرنے اور اسلام دشمن ذہن و فکر کو ہوا دینے کے لئے مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں اور مخلص علماء و قائدین اور اصحاب فکر کی شخصیت بگاڑنے میں حصہ لیتے ہیں جو سماج و معاشرہ کی تعمیر و تشکیل میں جدوجہد کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل ان تخریب کاروں اور فاسد نظریات کے حامل اصحاب قلم کو سراہتے اور انعامات اور اعزاز سے نوازتے ہیں جو ان کے مقاصد کی تکمیل میں مشغول ہیں تاکہ انہیں معاشرہ میں ایک اونچا مقام اور قابل اعتماد مرتبہ دیا جاسکے اور انہیں وسائل کے ذریعہ ان لوگوں کا شکار کرتے ہیں جن کے دل بیمار' کمزور اور جاہ و حشم کے طالب و دلدادہ ہیں اور شکوک و شبہات کو ہوا دیتے اور عالم اسلام کے مسائل کو الجھاتے ہیں۔ وہ خط جو برطانوی وزیراعظم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے' جسے عربی کے بیشتر اخبارات و رسائل نے بوسنیا کے متعلق برطانوی پالیسی کے سلسلے میں شائع کیا ہے وہ واضح دلیل ہے کہ برطانیہ اپنی قدیم سیاست پر گامزن ہے اور یہ کہ وہ صلیبی اور سامراجی ذہن کا پروردہ ہے۔ اسی برطانیہ نے سرزمین عرب پر اسرائیلی حکومت کی داغ بیل ڈالی تھی اور اسی نے ترکی پر اسلام سے دستبردار ہونے اور نظریہ خلافت کو ترک کرنے کے لئے دباؤ ڈالا تھا۔ انہیں استعماریت پسندوں نے اسلام کے خلاف ریسرچ کے ادارے قائم کئے تاکہ ایسا لٹریچر تیار ہو جو اسلام کے خلاف ذہن بنائے۔ اس کام میں ایسے لوگوں نے بھی حصہ لیا جو علمی انداز پر تحقیق و ریسرچ کے دعویدار تھے اور ان کو مشرقی علوم والسنہ میں عبور حاصل ہونے کا زعم تھا۔ ان کی تحقیقات کو جو ان کے ذہنی رجحانات سے خالی نہ تھیں' ریسرچ اور تحقیق کے لئے مراجع کی حیثیت دی گئی۔ جس کے نتیجہ میں تعلیم یافتہ لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کی تصویر مسخ ہوگئی۔ یہی لٹریچر جو یورپ کے مختلف ملکوں میں تیار ہوا' موجودہ زمانہ میں تعلیم و تربیت اور افکار و نظریات کو ڈھالنے' اسلامی ثقافت و تمدن اور اسلامی تعلیمات کے متعلق موقف اختیار کرنے کے لئے بنیادی مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسی صورت میں جو شخص اس لٹریچر کے زیر سایہ پروان چڑھتا ہے وہ اسلام کی تنقید و تنقیص کے سلسلے میں ادب و تقدس کے تمام حدود و قیود کو نظر انداز کردیتا ہے اور گھٹیا انداز اسلوب اختیار کرنے میں اسے کوئی تکلف نہیں ہوتا۔ جس کی ایک مثال سلمان رشدی کی کتاب ہے' جسے ہر وہ شخص ناپسند کرتا ہے جو فکر سلیم کا مالک ہوتا ہے۔ ایسے لوگ موضوعیت' حقیقت پسندی اور علمی امانت و دیانت کے دائرہ سے باہر نکل آتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے طرز استدلال اور مواد کو جمع کرنے میں تناقض پایا جاتا ہے' جو اسلام کے بالمقابل صرف انہی کی فکروں کے مطابق ہوتے ہیں۔

اس طرح کی گمراہ کن تحریریں ایسے ہی دانشوروں کے قلم سے نکلتی ہیں جو اس سامراجی عہد کے تیار کئے ہوئے لٹریچر کو تحقیق کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ مغربی نیوز ایجنسیاں خصوصاً" برطانوی ذرائع ابلاغ ان افکار و نظریات اور مقالات کو نشر کرتے ہیں' اور لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ یہ تحریریں استدلالی انداز اور واقعاتی تحلیل و تجزیہ کی خصوصیات سے متصف ہیں۔

اسلامی اہل قلم جب اپنے محدود وسائل کے ذریعہ ان فاسد نظریات کی تردید کے لئے میدان میں آتے ہیں' جو سامراج کی وراثت ہیں اور جنہیں یہودیوں اور صلیبیوں نے ذہنوں میں اتارا ہے تو یہ ابھی ایک مسئلے سے فارغ نہیں ہوپاتے کہ دوسرے نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ابھی ایک مسئلے کے حل سے نجات بھی نہیں پاتے کہ وہ دوسرے مسئلے کے حل پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ مغربی ذرائع ابلاغ وقتاً "فوقتاً" ایسے مسائل اٹھاتے رہتے ہیں جو مسلمانوں کی تصویر بگاڑیں' اس ضمن میں بی بی سی لندن سرفہرست ہے۔ جس کی زبان ہر اس مسئلے کے بارے میں دراز اور دل تنگ ہے جس کا تھوڑا سا بھی تعلق اسلام اور مسلمانوں سے ہو۔ ان ذرائع ابلاغ کی رسائی ہر گھر تک ہے اور خاص طور پر نئے عالمی ذرائع ابلاغ نے سارے حدود ختم کردیئے ہیں۔ یہ صورتحال ان تمام ملکوں میں جاری ہے

باقی ص ۲۶ پر

از طرف ادارہ

# قادیانی سازشوں کا جال

- قادیانیوں کی ایک خطرناک سازش کی راز افشائی۔
- ایک معاشرتی ناسور جس کا علاج ہم سب کا دینی و ملی فریضہ ہے۔
- ایک باہمت و باغیرت نوجوان کی کہانی جو اس جال کو توڑ کر فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔
- ایک ہوشربا افسانہ جس کا دامن حقائق سے مالا مال ہے۔

وہ چوبیس برس کا جوان رعنا تھا۔ نام محمد جمیل' جو اس کے حسن صورت کا عکاس تھا۔ وہ باغوں اور کالجوں کے شہر لاہور میں پلا بڑھا تھا۔ اس نے بی اے تک تعلیم پائی تھی۔ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ اس کے والد ایک پرائیویٹ فرم میں ملازم تھے۔ لیکن طویل بیماری کی وجہ سے انھیں ملازمت سے فارغ کردیا گیا۔ گھر کا سارا بوجھ اس کے کندھوں پر آن پڑا۔ وہ شام کو لوگوں کے گھروں پہ جا کر ٹیوشن پڑھا کر بڑی مشکل سے گھر کی دال روٹی چلاتا۔ والد کی دوائیوں کے لئے اکثر اسے دوستوں سے ادھار اٹھانا پڑتا۔ جس کی واپسی اس کے مسائل میں زبردست اضافہ کرتی۔ اسے جوان ہوتی بہنوں کے ہاتھ پیلے کرنے کا بھی فکر تھا۔ وہ نوکری کی تلاش میں مارا مارا پھرتا۔ پنجاب پبلک لائبریری جا کر اخباروں کے پلندوں میں سے ملازمت کے اشتہارات ڈھونڈتا۔ جس دن کوئی اشتہار مل جاتا' وہ فوراً" درخواست دینے کے لئے متعلقہ دفتر میں پہنچ جاتا۔ وہ درخواستیں اور انٹرویوز دے دے کر تھک گیا لیکن اسے نوکری نہ ملی کیونکہ اس کے پاس کسی ایم پی اے یا ایم این اے کی سفارش نہ تھی۔ وہ کسی وزیر یا مشیر کا رشتہ دار نہ تھا۔ اس کی جیب میں کسی راشی افسر کو رشوت دینے کے لئے خطیر رقم نہ تھی۔ ایک دن اس کے والد کے ایک انتہائی قریبی دوست نے اس سے کہا کہ بیٹا جمیل! آج تک میرے دفتر آنا' میں نے ایک دوست سے تمہاری نوکری کی بات چیت کر رکھی ہے۔ انشاء اللہ تمہاری نوکری کا بندوبست ہوجائے گا۔ وہ صبح خوشی خوشی اپنے والد کے دوست کے آفس پہنچا اور دوپہر دو بجے تک اپنے والد کے دوست کے پاس بیٹھا انتظار کرتا رہا۔ لیکن مذکورہ شخص نہ آیا۔ وہ کئی دن تک ان کے آفس میں چکر لگاتا رہا لیکن سوائے ناکامی کے کچھ نہ ملا۔ ایک دن وہ انتہائی افسردگی کے عالم میں پژمردہ چہرے کے ساتھ' تھکا ہارا دفتر کی سیڑھیاں اتر کے گھر جا رہا تھا کہ سیڑھیوں میں اسے ایک بوڑھا شخص ملا جس کا انداز تکلم بڑا دھیما' میٹھا' چہرے پر فرنچ کٹ داڑھی اور ہاتھ میں ایک مخصوص انگوٹھی تھی جو اس سے قبل اس نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس شخص نے بڑی محبت و چاہت سے اس سے ہاتھ ملایا اور خندہ پیشانی سے خیریت دریافت کی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں اسی دفتر میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر فائز ہوں۔ آپ کو کئی دفعہ پریشانی کے عالم میں دفتر میں آتے دیکھ کر میں نے آپ کے میزبان سے پوچھا تھا کہ برخوردار کو کیا مسئلہ درپیش ہے؟ تو آپ کے میزبان نے بتایا تھا کہ آپ ملازمت کے سلسلہ میں پریشان ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بڑی پھرتی سے پوچھا کہ کیا بنا آپ کی ملازمت کا؟ جمیل نے مایوس لہجہ میں نفی میں جواب دیا تو اس شخص نے اسے تھپکی دیتے ہوئے کہا کہ بیٹا! فکر مت کرو۔ تم مجھے بالکل اپنے بیٹوں کی طرح عزیز ہو۔ میں تمہاری پریشانی کا سن کر خود پریشان ہو جاتا تھا۔ آج صبر کا یارا نہ رہا تو تمہیں راستہ میں روک کر حالات کی بابت پوچھ لیا۔ بوڑھا شخص نہایت شفقت سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اسے آفس کی کینٹین میں لے گیا بڑی پرتکلف چائے پلائی اور ساتھ ساتھ پیار بھرے لہجہ میں میٹھی میٹھی باتیں کرتا رہا۔ بوڑھے کے ساتھ تھوڑا سا وقت گزارنے کے بعد جمیل اس سے یوں مانوس ہوگیا جیسے کئی برسوں سے گہری دوستی ہو۔

چائے سے فراغت کے بعد بوڑھے نے جمیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا! تمہاری ملازمت کا کام تو پکا ہوگیا اور نوکری بھی معمولی نہیں بلکہ بہت اعلیٰ ہوگی اور چند ہی مہینوں میں تمہارے حالات یکسر بدل جائیں گے۔ بوڑھے کے یہ محبت بھرے الفاظ سن کر جمیل کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے سر سے منوں وزن اتار دیا اور اس کا بدن گلاب کے پھول کی طرح ہلکا پھلکا ہوگیا۔ وہ بڑے جذباتی انداز میں بوڑھے کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ بوڑھے نے کہا' بیٹا! شکریہ کی کیا ضرورت! دکھی لوگوں کے کام آنا ہی میری زندگی کا نصب العین ہے۔ اس کے بعد بوڑھے نے اپنی جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکالا اور اس کی پشت پر ایک شخص کے نام رقعہ لکھ دیا۔ بوڑھے نے جمیل سے کہا کہ تم یہ کارڈ لے کر ربوہ چلے جاؤ۔ میرا یہ کارڈ فلاں شخص کو دینا وہ فوراً" تمہاری ملازمت کا بندوبست کردے گا۔ جمیل نے جب بوڑھے سے پوچھا کہ ربوہ کہاں ہے تو بوڑھے نے جواب دیا کہ ربوہ چنیوٹ شہر سے بذریعہ بس صرف چند منٹ کا سفر ہے۔ جمیل نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کمال احتیاط سے کارڈ اپنی جیب میں ڈالا اور خوشی میں پھولا نہ سماتا ہوا گھر روانہ ہوگیا۔ اس نے گھر جاتے ہی یہ خوشخبری اپنے والدین اور بہنوں کو سنائی۔ سارے گھر میں خوشی کی ایک زبردست لہر دوڑ گئی۔ اگلی صبح وہ نہا دھو کر تیار ہوا اور ویگن اسٹینڈ پر پہنچا' ٹکٹ خریدا اور ویگن میں بیٹھ گیا اور ساڑھے تین گھنٹے میں ویگن نے اسے ربوہ پہنچا دیا۔ جمیل ویگن سے اترا اور ایک شخص کو روک کر کارڈ میں درج نام والے شخص کے بارے میں پوچھا۔ وہ شخص اسے بڑی الفت سے ملا اور پھر اسے ساتھ لے جا کر ایک کمرہ کے باہر لکڑی کے بنچ پر بٹھا دیا اور دروازے کے باہر کھڑے چوکیدار سے کہا کہ یہ شخص آپ کا مہمان ہے۔ جمیل نے بوڑھے کا کارڈ چوکیدار کو دیا۔ چوکیدار کارڈ لے کر اندر گیا اور جلد لپک کر باہر آگیا اور جمیل کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔ جمیل خود کو سیٹ کرتا ہوا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اندر گھومنے والی کرسی پر بیٹھے شخص نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا اور بڑے احترام سے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جمیل شکریہ کہہ کر کرسی پہ بیٹھ گیا۔ جمیل نے بیٹھتے ہی ایک نظر گھما کر کمرے کا جائزہ لیا تو کمرہ بیش قیمت فرنیچر' قالین اور پردوں سے آراستہ تھا۔ اب جمیل نے غور سے جو اس شخص کو دیکھا تو چونک اٹھا کہ اس شخص کی بھی بوڑھے کی طرح فرنچ کٹ داڑھی اور انگلی میں وہی مخصوص انگوٹھی تھی۔ لیکن اس نے خود پر زبردست قابو رکھتے ہوئے کسی احساس کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ جمیل نے نظر اٹھا کر سامنے جو دیکھا تو اسے اس شخص کی پشت کی طرف دیوار پر ایک شخص کی شیشے کے فریم میں بہت بڑی

تصویر نظر آئی۔ جمیل نے تصویر کی طرف جو بغور دیکھا تو اسے صاحب تصویر بڑا عجیب و غریب نظر آیا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی بڑی تھیں۔ ایک آنکھ تو تقریباً" بند ہی تھی۔ داڑھی کے بال الجھے ہوئے' سر پہ تکلوں والی پگڑی' موٹے موٹے ہونٹ' مونچھوں کے بال منہ میں پڑے ہوئے' لیکن جمیل نے اس کو نظرانداز کردیا اور وہ پوری طرح کرسی پہ بیٹھے ہوئے شخص کی طرف متوجہ ہوا۔ کرسی پہ بیٹھا ہوا شخص ہلکا ہلکا مسکراتا ہوا جمیل سے کہنے لگا۔

"آپ کی آمد کی اطلاع مجھے کل ہی مل گئی تھی اور میں آج آپ کا منتظر تھا۔ آپ کی ملازمت کا بندوبست ہوچکا ہے۔ ہم آپ کو اپنے خرچے پہ جاپان بھیجیں گے۔ جہاں آپ کی تنخواہ پچیس ہزار پاکستانی روپے ہوگی۔"

"مجھے کب جانا ہوگا؟" جمیل نے پوچھا۔

"جب آپ کی مرضی۔" کرسی پہ بیٹھے شخص نے جواب دیا۔

جمیل خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اسے اپنی زندگی کے راستے سے مسائل کے بھاری بھرکم پتھر ہٹتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ مستقبل میں ایک خوشگوار زندگی کی خوشبو سونگھ رہا تھا۔ وہ تصور کی دنیا میں اپنی بہنوں کی شادیاں کررہا تھا۔ بیمار باپ کا علاج کسی بہترین اسپتال میں کروا رہا تھا۔ بوڑھی والدہ کو حج بیت اللہ کروا رہا تھا۔ قرضوں کے طوق گلے سے اترتے ملاحظہ کررہا تھا اور خود اپنی آئندہ زندگی کے حسین سپنے دیکھ رہا تھا۔

اس نے آنکھیں جھپکیں اور تصوراتی ماحول سے واقعاتی ماحول میں واپس آگیا اور اس نے کرسی پہ بیٹھے شخص کا بڑے زوردار انداز میں شکریہ ادا کرتے ہوئے دوبارہ ملنے اور جاپانی روانگی کے پروگرام کے بارے میں پوچھا تو وہ شخص گویا ہوا۔

"مسٹر جمیل! ہم آپ کا اتنا بڑا کام کررہے ہیں کہ اس کام کی بدولت آپ کی زندگی کے سارے کام ہوجائیں گے لیکن اس کام کے لئے ہماری بھی کچھ شرائط ہیں۔ جنہیں آپ کو پورا کرنا ہوگا۔"

"کون سی شرائط ہیں جناب؟" جمیل نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ کو مجھے لکھ کر دینا ہوگا کہ آپ قادیانی ہیں۔" کرسی پر بیٹھے شخص نے میز پہ پنسل مارتے ہوئے کہا۔

"وہ کیوں؟" جمیل نے پوچھا۔

"اسی بنیاد پہ تو آپ باہر جائیں گے۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"وہ کیسے؟" جمیل نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو درخواست میں لکھنا ہوگا کہ میں ایک قادیانی ہوں۔ پاکستان میں ہماری جان' مال اور عزتیں محفوظ نہیں۔ یہاں کی حکومت اور مسلمانوں نے ہماری زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ ہمارے مردوں کو قید کیا جارہا ہے۔ ہمارے مکانوں اور عبادت گاہوں کو نذر آتش کیا جارہا ہے۔ ہمارے اموال کو لوٹا جارہا ہے۔ ملازمتوں کے دروازے ہم پر قطعاً" بند ہیں لہٰذا مجھے انسانی حقوق کی بنیاد پر جاپان میں سیاسی پناہ دی جائے۔ دنیا کی انسانی حقوق کی کمیٹیوں سے ہمارے گہرے رابطے ہیں۔ ان کمیٹیوں کے تعاون سے ہم نے حکومت جاپان کو پاکستان میں قادیانیوں کے ساتھ ہونے والے اس ظالمانہ سلوک کے بارے میں قائل کرلیا ہے اور جس شخص کی تصدیق ہم کردیں اسے جاپان میں پناہ مل جاتی ہے۔ صرف جاپان ہی نہیں' بہت سے دیگر ممالک مثلاً" مغربی جرمنی' ناروے' کینیڈا وغیرہ کو بھی ہم نے پاکستان کے ان حالات کی وجہ سے اپنے آدمیوں کو سیاسی پناہ دینے پر قائل کرلیا ہے۔ اس وقت ان ممالک میں ہمارے بھیجے ہوئے ہزاروں آدمی اربوں ڈالر کما رہے ہیں اور عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ بھی ایک قدم آگے بڑھایئے۔ خوشیوں سے بھری زندگی آپ کے لئے چشم براہ ہے۔ آپ صرف قادیانی ہونے کا اقرار کرلیں اور کمرے میں لگی ہوئی یہ تصویر ہمارے نبی جناب مرزا قادیانی صاحب کی ہے انہیں نبی تسلیم کرلیں' ہم آپ کی درخواست کی تصدیق کردیں گے۔ جب آپ جاپان پہنچیں گے تو وہاں ایئرپورٹ پر ہمارا آدمی آپ کے استقبال کے لئے موجود ہوگا۔ وہ جاپانی انتظامیہ کو تصدیق کردے گا کہ آپ واقعتاً قادیانی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ شخص آپ کی رہائش اور ملازمت کا بندوبست بھی کردے گا۔ اس سے بڑھ کر ہم آپ کی کیا خدمت کرسکتے ہیں؟" کرسی پر بیٹھے آدمی نے خباثت سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"پاکستان میں آپ نے قادیانیوں پر ہونے والی جن زیادتیوں کی نشاندہی کی ہے' یہ سب جھوٹ ہیں۔" جمیل نے احتجاجاً" کہا۔

"آپ زیادہ گہرائی میں نہ جائیں۔ آپ اپنے روشن مستقبل کی جانب دیکھیں۔ جب آپ کے پاس نئی نویلی کار ہوگی' بہترین کوٹھی ہوگی' رنگین ٹی وی' وی سی آر' فریج اور دیگر جدید مشینوں سے آپ کا گھر آراستہ ہوگا' نوکر چاکر آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں گے۔ آپ کے بچے اعلیٰ اسکولوں میں تعلیم حاصل کریں گے اور آپ کا ایک بہت بڑا بینک بیلنس ہوگا۔ جلدی فیصلہ کیجئے' جاپان کی ہوائیں اور فضائیں آپ کا انتظار کررہی ہیں۔" اس شخص نے آخری حربہ استعمال کرتے ہوئے کہا۔

جمیل اس تہہ در تہہ گھناؤنی سازش کو سمجھ چکا تھا۔ اس کے دل میں جذبات کا ایک سمندر موجزن ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی اُمڈ آئی تھی اور اس کے ماتھے پہ غصے سے جھریاں چڑھ آئی تھیں۔ وہ کرسی پر بیٹھے شخص کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گرجدار آواز میں کہنے لگا۔

"میں اسلام فروش نہیں ہوں' میں عقیدہ فروش نہیں ہوں' میں ملت فروش نہیں ہوں' میں وطن فروش نہیں ہوں' میں اسلام سے دغا نہیں کرسکتا' میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے جفا نہیں کرسکتا' میں عقیدۂ ختم نبوت سے بغاوت نہیں کرسکتا' میں وطن کی مٹی کو فروخت نہیں کرسکتا' میں حرص کے ہاتھوں سے پاکستان کا منہ کالا نہیں کرسکتا' میں تحریک پاکستان کے شہداء کی روحوں کو تڑپتا نہیں دیکھ سکتا۔ میں غریب ضرور ہوں لیکن باکردار ہوں' باوقار ہوں' میری حب النبیؐ زندہ ہے' میری حب الوطنی تابندہ ہے' میری حب الاسلام پائندہ ہے' میری غیرت نے ابھی کفن نہیں پہنا' میری حمیت ابھی لاش نہیں بنی' میری انا ابھی درگور نہیں ہوئی۔ میں تمہارے انگریزی نبی پر لعنت بھیجتا ہوں' میں تمہارے جاپانی ویزے کو پائے حقارت سے ٹھکراتا ہوں' میں اس لمبی چوڑی تنخواہ پر تھوکتا ہوں۔ تم اس ملک کے غدار ہو' تمہارا محاسبہ کیا جائے گا' تمہارا مقابلہ کیا جائے گا' تمہاری اس سازش کو طشت ازبام کیا جائے گا' ریشمی دھاگوں سے بنے ہوئے تمہارے اس جال کو تار تار کیا جائے گا۔ تمہارا یہ جال کتنے لوگوں کے ایمانوں کا مقتل بنا؟ تمہارے اس جال کی رسیوں کے پھندے سے کتنے لوگوں کے ایمانوں کو پھانسی دی گئی؟ انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب تمہیں نیست و نابود کردیا جائے گا۔" جمیل بڑی گرجدار آواز میں بول رہا تھا اور اس کے سامنے قادیانی سردی میں ٹھٹھرے ہوئے سانپ کی طرح کرسی پہ بیٹھا ہوا تھا۔ جمیل شدید غصہ میں کمرے سے اٹھا اور زور زور سے پاؤں مارتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

سڑک پہ آکر وہ ویگن میں سوار ہوکر عازم لاہور ہوا۔ جب وہ گھر پہنچا تو سورج ڈوبنے میں چند منٹ باقی تھے۔ وہ دروازہ کھٹکھٹانے لگا تو اسے گھر سے زوردار قہقہوں کی آواز آئی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا تو جمیل نے دیکھا کہ اس کی ہمشیرہ کے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ ہے اور وہ انتہائی خوشی میں مبارکباد کے ساتھ اپنے بھائی کو مٹھائی پیش کررہی ہے۔ جمیل سخت پریشان ہوجاتا ہے۔

"کیسی مبارکباد؟ کیسی مٹھائی؟" جمیل نے پوچھا۔

"آج صبح تمہارے جانے کے دو تین گھنٹے بعد اباجی کے دہی دوست آئے اور ان کے ہاتھوں میں "اپائنٹمنٹ لیٹر" تھا اور تمہیں سترہویں سکیل میں نوکری مل چکی ہے۔" اس کی ہمشیرہ نے بتایا۔

یہ حیران کن خبر سن کر جمیل کی آنکھوں میں خوشی و تشکر کے آنسو آگئے جو اس کی پلکوں پہ موتی بن کر جھلملانے لگے اور اس کی زبان پر قرآن مجید کی یہ آیت جاری ہوگئی۔

**واللہ خیر الرازقین**

اللہ بہتر رزق دینے والا ہے

●●

از۔ محمد کفیل خاں' جامعہ اشرفیہ لاہور

# مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد ابراہیم ہزارویؒ

## عقابی نگاہیں' پرعزم چہرہ' محبت سے بھرپور سراپا' غیرت اور جرات کا پہاڑ

میں نے جب ہوش سنبھالا تو میں نے اس شخص کو تو نہیں دیکھا جسے لوگ مجاہد اسلام اور "مولانا تلوار" کے نام سے یاد کرتے ہیں البتہ حضرت باباجیؒ کو دیکھا جن کے ہاتھ میں تلوار کی بجائے بیساکھی تھی اور ان کا بدن معذور تھا لیکن ان کا عزم اسی طرح توانا اور جوان تھا۔ ان کو میں نے شاہین کی طرح جھپٹتے اور شیر کی طرح گرجتے تو نہیں دیکھا ہاں البتہ ان کی عقابی نگاہیں' پرعزم چہرہ' ہمت سے بھرپور سراپا دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ قرون اولیٰ کا کوئی مجاہد ہو جو قدرت کے اس فیصلے کے آگے اپنا سر جھکائے ہوئے ہے لیکن ہر وقت بے چین و بے قرار ہے کہ کسی طرح پھر ہر مجاہد میدان کارزار میں اترے اور اپنی ہمت و دلیری کے جوہر دکھائے۔ بڑھاپے اور معذوری کے باوجود صاف ستھرا لباس' چوڑا چکلا' نورانی چہرہ' بینائی کمزور لیکن ہمت و عزم کے نور سے منور آنکھیں' بدن معذور لیکن ہمت و حوصلہ سے معمور گویا حضرت سادگی کی مکمل تصویر تھے۔

### حضرت کا حلیہ اور سادگی

سادے سے کپڑے' سادی سی ٹوپی' نہ سر پہ مینار نما ٹوپی' نہ زمین سے گھسٹتا ہوا جبہ بلکہ ایک مجاہد سا لباس زیب تن کئے ہوئے۔ سر پہ بال نہ ہونے کے برابر چونکہ دور فرنگی میں کلمہ حق بلند کرنے کی پاداش میں دیگر علماء حق کی طرح تکالیف کے سبب سر پہ بالوں کی نمو بالکل ختم ہو گئی تھی' جس سے دیکھنے والا یہ سمجھ سکتا تھا کہ استرا پھرا ہوا ہے۔ میں نے حضرت باباجیؒ کا وہ مجاہدانہ روپ تو نہیں دیکھا لیکن علم منطق کا ایک قانون ہے کہ۔

"جزو اپنے کل سے الگ اور مغائر نہیں ہوتا۔"

اسی اصول کے تحت جب میں نے حضرت کے جانشین حضرت مولانا میاں عبدالرحمٰن کو دیکھا تو اندازہ ہوا کہ واقعتاً میاں صاحب الولد سر لابیہ کے مصداق ہیں اور ان کے والد ماجد مولانا ابراہیم صاحبؒ کے اوصاف اور اخلاق اس درجہ کمال کے ہوں گے۔ گویا وہ تمام باتیں جو اخلاق حمیدہ کے زمرے میں آتی ہیں' وہ سب موجود تھیں۔

### حضرت کی غیرت ایمانی

حضرت مولانا غیرت اور جرات کا پہاڑ تھے اور آلات حرب اور نشانات غیرت ان کے ساتھ اس طرح منسوب ہو گئے تھے کہ لوگ اصل نام کو بھول کر "مولانا تلوار" کے نام سے یاد کرتے تھے اور لوگوں کا اس طرح سے پکارنا استہزاء نہیں تھا بلکہ احتراماً" تھا۔ یہاں تک کہ آج بھی وہ گلشن جس کو حضرت اپنے خون جگر سے سینچ کر گئے تھے وہ مسجد اسی نام سے مشہور و معروف ہے یعنی "مسجد تلوار والی۔"

### تمام مکاتب فکر کے لوگوں میں حضرت کی مقبولیت

حضرت مولانا نہ تو کوئی محدث العصر تھے نہ مفسر زمانہ' اور نہ فقیہہ شہر تھے نہ خطیب اعظم حتیٰ کہ باضابطہ دورۂ حدیث سے بھی فارغ نہیں تھے۔ اس کے باوجود اپنے جذبے' لگن' ہمت' حد درجہ احترام کی وجہ سے اپنے وقت کے اکابر علماء کی نظروں میں اپنے لئے ایک احترام کا گوشہ بنا لیا تھا۔

حضرت کو علماء دیوبند سے والہانہ عقیدت تھی لیکن تمام مکاتب فکر کے علماء اور عوام میں یکساں قابل احترام تھے۔ اہلحدیث مکتبہ فکر کے علماء کے جھومر حضرت مولانا داؤد غزنوی سے حضرت کے انتہائی گہرے برادرانہ اور دوستانہ تعلقات تھے اور ماضی قریب کے حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ حضرت باباجیؒ کو بالکل اپنے والد کی طرح سمجھتے تھے۔

بریلوی مکتبہ فکر کی نامور شخصیات جن میں مولانا عبدالغفور ہزارویؒ مولانا کے عقیدت مند اور ساتھی تھے۔ بریلوی مکتبہ فکر ہی کے ایک اور سکہ بند عالم علامہ محمود احمد رضوی صاحب سے مولانا کے انتہائی قریبی مراسم تھے۔

### علماء دیوبند سے قلبی تعلق

علماء دیوبند سے تو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ حضرت باباجی مفسر اعظم حضرت لاہوریؒ کے ابتدائی ساتھیوں میں سے تھے۔ جب وہ مجاہد اعظم پابہ زنجیر دلی سے قید ہو کر لاہور آئے اور شیرانوالہ میں درس قرآنی شروع کیا تو باباجی اس نورانی حلقے کے ابتدائی ستاروں میں سے ایک تھے جو بعد میں سورج بن کے چمکے۔

بانی جامعہ اشرفیہ حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ جب پاکستان تشریف لائے تو حضرت باباجی ان کے قریبی ابتدائی رفقاء میں سے تھے اور بانی جامعہ مدنیہ حضرت مولانا سید حامد میاں صاحبؒ سے تو مولانا کے بڑے گہرے روابط تھے انارکلی اور نیلا گنبد سے جب جامعہ مدنیہ کریم پارک منتقل ہوا تو مولانا کا اس میں بڑا تعاون تھا اور ابتدائی شوریٰ کے ممبر بھی تھے اور محدث العصر بحرالعلوم حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ جو حضرت سید حامد میاںؒ کے استاذوں میں سے ہیں' ان سے باباجی کے بڑے عمدہ برادرانہ تعلقات تھے۔

ہر روز بعد از نماز عصر محفل جمتی تھی۔ خوش قسمتی سے انارکلی کے جس محلے میں راقم کا غریب خانہ ہے اس سے تیسرا مکان حضرت مولانا کاندھلویؒ کا تھا اور مولانا ابراہیم صاحب کی مسجد اس گلی کے بالکل سامنے ہے۔ اس لئے ان سے تو ہر روز ملاقات ہوتی تھی اور بلاشبہ اپنے وقت کے سب سے بڑے سیاستدان مولانا ہزارویؒ سے تو بے تکلفانہ تعلقات اور قلبی عقیدت تھی۔

قائد انقلاب مفتی محمود صاحبؒ نے حضرت بابائیؒ کو ہمیشہ اپنے قریب رکھا اور آپ کے مشورے کو بڑی اہمیت بخشی۔ اس کے علاوہ اپنے دور کے عظیم قائد اور عالم بے بدل حضرت بنوریؒ نے تحریک ختم نبوت میں مولانا کے عسکری جذبے سے متاثر ہو کر پنجاب کے طوفانی دورے میں مولانا کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا اور تعلقات میں مزید تقویت پیدا ہوتی گئی۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے بہت گہرا قلبی تعلق تھا کہ مولانا نے اور امیر شریعتؒ نے بیک وقت حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحبؒ سے بیعت کی۔ روح رواں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ استاذ کل حضرت مولانا محمد رسول خانؒ قائد جمعیت مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق حقانی اکوڑہ خٹک، مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد متین صاحب، خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی، خطیب امت حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ سے بھی بہت گہرے تعلقات تھے اور اس سال خوش قسمتی سے رمضان المبارک میں عالم اسلام کی محترم ترین شخصیت حضرت درخواستی صاحب مدظلہ کی زیارت کثرت سے نصیب ہوئی اور حضرت درخواستی جس طرح حضرت بابائیؒ کا تذکرہ فرماتے تھے وہ بڑے گہرے تعلق کی غمازی کرتا تھا۔

## سیاسی وابستگی

حضرت مولانا سیاسی طور پر مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے اور ایک سرگرم کارکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد جب حضرت شاہ صاحبؒ نے مجلس کی سیاسی حیثیت کو ختم کر دیا تو حضرت بابائیؒ نے جمعیت علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی اور جامعہ خیر المدارس ملتان کا وہ کنونشن جس میں جمعیت کا قیام عمل میں آیا، مولانا اس میں شامل تھے اور پھر اپنی انتھک محنت اور کام میں لگن کی وجہ سے ضلعی سطح سے لے کر مرکزی سطح تک ایک مقام بنایا۔ آپ صوبائی خازن اور مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے اور جمعیت ہی کے پلیٹ فارم سے مختلف تحریکوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتے رہے۔

مولانا کو حضرت ہزارویؒ سے زبردست عقیدت تھی لیکن جب جمعیت تقسیم ہوئی تو آپ نے اپنی انفرادی عقیدت کو اجتماعی مفاد پر قربان کر دیا لیکن حضرت ہزارویؒ سے وہی قلبی عقیدت رہی اور حضرت ہزارویؒ کی وفات کا اتنا صدمہ تھا کہ حضرت کے بعد بمشکل ایک سال ہی ٹکے پھر ان ہی سے جا ملے۔ بہرحال حضرتؒ تادم آخر جمعیت علماء اسلام سے وابستہ رہے اور ایک بزرگ کی حیثیت سے نئے آنے والوں کو کام کرنے کا گر سکھاتے رہے۔

## علماء کے علاوہ معاشرے کے دیگر ارکان سے حضرت کے روابط

مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ کے علماء کے علاوہ معاشرے کے دیگر اہم ارکان جن میں ادباء، شعراء، دانشور، ڈاکٹرز، اساتذۂ کرام، وزراء، ممبران اسمبلی غرضیکہ معاشرے کے تمام اہم افراد سے اہم روابط تھے۔ شعراء میں احسان دانش، مولانا ذکی کیفی، آغا شورش کاشمیری، مرزا غلام نبی جانباز، ظہیر نیاز بیگی، سید امین گیلانی اور پروفیسرز حضرات میں علامہ نور الحسن صاحب صدر شعبہ ادب عربی پنجاب یونیورسٹی، پروفیسر عبدالصمد صارم، جناب وقار عظیم، کرنل فیض الرحمن صاحب شامل ہیں۔

سابق وفاقی وزیر اور شہسوار ادیب مولانا کوثر نیازی سے مولانا کے برادرانہ لیکن بے غرض تعلقات تھے اور ادیب اور شاعر پروفیسر احمد ندیم قاسمی، ڈاکٹر سید محمد عبداللہ، جناب کلیم عثمانی اور دیگر شعراء اور ادباء سے اہم روابط تھے اور ابھی حال ہی میں جو علماء ہم سے بچھڑے اور وہ زعمائے ملت جو بقید حیات ہیں جن میں ترجمان جمعیت حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب، ولی ابن ولی حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ خطیب العصر حضرت علامہ عبدالشکور دینپوری صاحب، بانی جامعہ غزالیہ حضرت علامہ نور الحسن صاحب، خطیب اسلام مولانا اجمل خان صاحب مدظلہ، حضرت علامہ خالد محمود صاحب، مولانا ضیاء القاسمی صاحب، مولانا عبدالقادر آزاد صاحب، مولانا عبدالمجید ندیم صاحب، مولانا زاہد الراشدی، مولانا سعید الرحمن علوی صاحب، حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی ان تمام حضرات کو حضرت کے سامنے اس طرح سے بیٹھے ہوئے دیکھا جس طرح کوئی شاگرد اپنے شیخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے ہوئے بیٹھا ہو۔

## مولانا کا استقلال اور ثابت قدمی

حضرت مولانا ہمیشہ اپنے موقف اور اصولوں پر ڈٹے رہے۔ کبھی بھی ہواؤں کے رخ پر نہیں چلے بلکہ ہواؤں کو اپنے رخ پر لے کر چلے۔ حالات چاہے کتنے ہی ناساعد ہوں، اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کی۔ وہ مسئلہ ناموس صحابہ یا یوم امیر معاویہؓ کا ہو یا تحریک ختم نبوت کا یا ایوبی آمریت کا یا کوئی اور دینی یا قومی مسئلہ ہو جس کو حق جانا اس پر آہنی چٹان کی طرح جم گئے۔ بقول شاعر:

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ وہ زمین پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

## حضرت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت

حضرت مولانا معنوی نہیں بلکہ حقیقی اور اصلی محب اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس لئے اپنی عمر کا قیمتی حصہ حفاظت ختم نبوت میں صرف کر دیا اور اس خدمت کے صلے میں حضرت کو جو مقام حاصل ہوا۔ وہ بعد از وفات کئی بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرجمال مجلس میں خدمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہیں اور یہ علامت ہے ان کی خدمات کے قبول ہونے کی۔

## تحریک ختم نبوت کا ایمان افروز واقعہ

تحریک ختم نبوت کے حوالے سے ایک واقعہ جو میں نے اپنے محلے کے ایک ضعیف آدمی سے سنا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ تحریک ختم نبوت زوروں پر تھی اور میں بڑا عیاش طبع آدمی تھا۔ عید کی نماز کے سوا کبھی مسجد میں گیا بھی نہیں۔ جمعہ کا دن تھا اور حضرت کی مسجد کو پولیس نے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ بعد نماز جمعہ جلوس کا پروگرام تھا۔ زبردست پہرہ اور ممانعت تھی۔ بقول اس شخص کے کہ ہم چند دوست سڑک پر کھڑے نظارہ دیکھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ مولوی کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ بے مقصد اپنے آپ کو موت میں ڈالتا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ مولانا نے اس جذبے اور ولولے سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ ہمارے دل دہل گئے اور اس کے بعد مولانا نے بڑی حسرت، تڑپ اور جذبے سے ہماری طرف دیکھا اور صرف ایک جملہ کہا۔ بس اس جملے کا سننا تھا کہ اندر ایک تلاطم بپا ہو گیا۔ جذبات کا ایک طوفان امڈ آیا۔ آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا جو تھمنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ ندامت کا وہ احساس تھا جو زندہ دفن کئے جاتا تھا اور وہ جملہ یہ تھا۔ یارو محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف میرے آقا و مولیٰ تو نہیں۔ کل حشر میں تم کیا منہ دکھاؤ گے۔ بقول اس شخص کے کہ بس پھر کیا تھا۔ ہم سب ساتھی نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے۔ پولیس کا گھیرا توڑتے ہوئے۔ لاٹھیوں پر لاٹھیاں کھاتے ہوئے مولانا کی قیادت میں آگے ہی آگے بڑھ رہے تھے۔ بقول شاعر:

ثابت قدم جو رہتے ہیں ہر حق کی بات پر
سجدہ خدا کو کرتے ہیں خنجر کی دھار پر

بہرحال یہ تو ایک چھوٹا سا واقعہ تھا۔ حضرت کا موت سے بے خوفی، بہادری، جرأت اور اخلاص ایمانی کا۔ ان کی پوری زندگی اس طرح کے واقعات سے پر ہے۔ جس کے لئے کوئی الگ مستقل موضوع درکار ہے۔ بہرحال بقول احسان دانش۔

منزل کی جستجو ہو تو ان کی طرف چلو
جن کو نصیب ہوئی اطاعت حضور کی
دانش میں خوف مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنت حضورؐ کی

## حضرت کا خاندانی وقار اور عاجزی

حضرت مولانا روحانی اعتبار سے ایک بہت بڑی گدی

کے سجادہ نشین تھے۔ ایسی عظیم گدی کہ جس کے اکابر سے محدث اعظم شاہ انورؒ کے والد ماجد حضرت علامہ سید معظم شاہ صاحبؒ روحانی اور علمی درس لیتے رہے لیکن تمام باتوں کے باوجود مزاج میں ذرہ برابر بھی مخدومیت نہ تھی بلکہ ہر کسی کا خادم بننے کا جذبہ تھا۔ کبھی مخدوم بننا چاہا ہی نہیں اور نہ کبھی اپنے اس روحانی سلسلے کو ظاہر کیا بلکہ سلسلہ بیعت حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب سے قائم فرمایا۔ بعد میں تجدید بیعت شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ سے کی۔

## حضرت کی خودداری' قناعت اور اخلاص

حضرت مولانا انتہائی خوددار' باغیرت اولا صابر و شاکر انسان تھے۔ انارکلی جیسے تجارتی مرکز میں رہتے ہوئے بھی اپنی ذات کے لئے کبھی بھی ایک پیسے کا نفع نہیں اٹھایا۔ اسلامی تحاریک اور دینی مدارس کے لئے بلاشبہ لاکھوں روپے چندہ کرکے دیا۔ مگر نہ خودنمائی' نہ شوق رہنمائی اور نہ داد و تحسین کی طلب۔ صرف ایک ہی چیز تھی دین کی تڑپ۔

قیام پاکستان کے وقت سینکڑوں لٹے پٹے مہاجرین کو سرچھپانے کے لئے مناسب مکانات دلوائے' مگر خود اپنے لئے ایک کوٹھڑی کی تمنا بھی نہیں کی بلکہ تمام عمر ایک ایسے حجرے میں گزار دی جو تمام راحتوں اور آسائشوں حتیٰ کہ بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہے۔ مگر کبھی بھی نہ کسی سے شکوہ' نہ طلب' نہ سوال بلکہ شہد اور کمبل کا کاروبار کرکے اپنے ہاتھ کی کمائی سے گزارا کرتے رہے اور دین کو کبھی بھی پیٹ کا جہنم بھرنے کا ذریعہ نہیں بنایا۔ ہزاروں روحانی مریضوں کا علاج کیا مگر تعویذ فروشی کو پیشہ نہیں بنایا۔ سینکڑوں ان پڑھوں کو تعلیم القرآن دی مگر طلب اجرت کی تمنا نہیں کی۔ بقول شاعر۔

در بدر پھرنے کا عادی نہیں ہوں سکلول بدست
اس پہ شاکر ہوں جو مل جائے خدا کے در سے

## اخلاص قلبی

مولانا کوئی لچھے دار خطیب اور ادیب نہ تھے لیکن جو بات بھی کہتے سیدھی دل سے نکلتی اور سیدھی دل پہ لگتی۔ آواز میں کوئی بناوٹ نہ تھی لیکن ایسی خوبصورت تھی جیسے چینی کی رکابی پر بلور کی گولیاں بجتی ہیں۔ بقول شاعر۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

بہرحال ہم جیسے ناکارہ لوگ کیا کہہ سکتے ہیں ان کے بارے میں جو قافلہ ولی اللہی کے جانباز سپاہی تھے۔ شاہ بخاریؒ کے مجاہد تھے۔ سید مدنی کے عاشق تھے۔ حضرت عثمانیؒ کے خادم تھے۔ علماء صفہ کا ایک چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ تاریخ کا ایک چلتا پھرتا کتب خانہ تھے۔ توحید و سنت کی ترویج و تبلیغ میں تمام عمر صرف کردی۔ شرک و بدعت کی ہمیشہ بیخ کنی کی اور مسلکی بنیاد پر کبھی سودے بازی نہیں کی اور شرک و بدعت کی سرکوبی کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ اس علاقے کے ماحول سے ظاہر ہے۔ بہرحال وہ گئے ہمارے لئے نمونہ چھوڑ کر۔

زمانے گزر گئے اور وقت اب بھی تیزی سے گزر رہا ہے لیکن اس قحط الرجال میں ان کی مثال لانا مشکل ہے۔

## حضرت کی قابل رشک موت

آخرکار یہ پرعزم' باہمت مجاہد اسلام تمام صاحب کو چت کردینے والا' ہر دشمن کو زیر کردینے والا' کفن بردوش' سرفروش مجاہد موت کے ہاتھوں شکست کھا گیا اور اپنے اکابر کے ساتھ جنت میں خیمہ زن ہوکر ہمارے لئے اپنے کردار اور اخلاص کی شمعیں روشن کرگیا کہ اگر اس ڈگر پہ چلو گے تو عزت بھی ہے اور ایمان بھی' ورنہ کچھ نہیں۔ اور اپنے مابعد علماء کو یہ پیغام دے دیا کہ اگر مولوی بننا ہے تو پھر وہ مولوی بننا جو کہ میدانی ہو وہ مت بننا جو دسترخوانی ہو۔ تو سرفروش بننا' تعویذ فروش مت بننا۔ اور جب اس مرد مجاہد نے ہنستے ہنستے' قرآن پاک سنتے سنتے جان دے دی تو یوں لگا کہ شاعر نے اسی وقت کے لئے یہ شعر کہا ہے۔

یا فالذی ولدتک امک باکیا
والناس حولک یضحکون سرورا
اعرص علی عمل تکون بہ متی
یبکون حولک ضاحکا مسرورا

یعنی۔ اے انسان جب تیری ماں نے تجھے جنم دیا تو تو رو رہا تھا اور تیرے اردگرد لوگ ہنس رہے تھے۔ اب تو عمل کر ایسے طریقے پر کہ جب تو جائے تو لوگ تیرے گرد رو رہے ہوں اور تو ہنس رہا ہو۔

واقعی اس مرد قلندر نے اپنی زندگی ایسی ہی گزاری کہ لوگ اس کے فراق میں رنجور تھے۔ رنجور اور وہ سرخرو اعمال صالحہ کے زیور سے مزین ہر قسم کے بوجھ سے خالی ہو کر دونوں ہاتھ خالی ہلکا پھلکا' ہنستا ہوا' قرآن سنتا ہوا' سر کو دھنتا ہوا' جنت کے موتی چنتا ہوا ہم سے رخصت ہوا۔

**وفات:**۔ ۱۱ فروری ۱۹۸۲ء بروز جمعرات بوقت بارہ بج کر پچیس منٹ دوپہر سورۃ یٰس کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے اللہ کو پیارے ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔ بہرحال یہ ایک ناتمام اور نامکمل مضمون ہے اس پر تو کوئی صاحب علم و فن اور صاحب قلم ہی لکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

# آذربائیجان کا عبرت آموز واقعہ ما غیرت نے اسے جانباز بنادیا

تحریر۔ ابو نعلہ' آذربائیجان ترجمہ و تلخیص۔ سید محمود حسن حسنی ندوی

## اسلامی غیرت اور دینی حمیت کے آگے پہاڑ بھی چٹیل میدان معلوم ہوتا ہے

حیدر آذر بائی جان کے دارالسلطنت باکو کے رہنے والے تھے۔ دیندار' بااصول اور خوشحال تھے۔ معمولات کے پابند تھے' لیکن طبعی طور پر وہ بہت کمزور اور خوف کی نفسیات کے شکار تھے' وہ ہر چیز سے ڈرتے تھے' یہاں تک کہ چوہوں' بلیوں اور کیڑے مکوڑوں سے بھی خوفزدہ رہتے تھے۔

جاڑے کے دنوں میں ان کا یہ حال ہوتا کہ وہ گوشہ نشین ہوجاتے تھے۔ سردی لگنے کا خوف دامن گیر رہتا تھا۔ زیادہ اوڑھے لپٹے رہتے تھے۔ دروازہ اگر کھلا رہ گیا تو بند کرنے پر بھی قدرت نہیں ہوتی کہ تیز ہوا کا جھونکا نہ لگ جائے' تیز ہوا جو چلتی اور اس سے جو سیٹیاں بجتیں' تو یہ اس کو جن و شیطان تصور کرتے' اور اسی ڈر سے اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھتے اور نہ ہی پیچھے ہٹنے کی ہمت ہوتی' کپکپی طاری ہوجاتی یہ بھی پتہ چلنا مشکل ہوتا کہ یہ ٹھنڈک کی شدت سے ہے یا واقعی خوف و دہشت سے' اسی طرح زندگی کا بڑا حصہ گزر گیا۔

بال سفید ہونے لگے۔ مگر برابر اپنی اسی حالت پر قائم رہے۔ ہر چیز سے ڈرتے اور گھبراتے رہے۔ جس وقت رات کو ٹہل رہے ہوتے' خوفناک تصورات ان کے ذہن میں آنے لگتے کہ کوئی ان کا پیچھا کررہا ہے' کوئی ان کی باتیں سن رہا ہے' بعض وقت یہ احساس اتنا بڑھتا کہ تیزی سے بھاگنے لگتے اور سانس پھولنے لگتی اور خیالی تصویریں اسی طرح ان کا تعاقب کرتی رہتیں۔ رات کا ایک ایک لمحہ ان کے لئے ایسا ہی ہوتا اور دشوار سے دشوار ہوتا جاتا اسی طرح وہ اس کا اظہار کرتے تھے اور اپنے دوستوں سے بیان کرتے کہ آج یہ واقعہ پیش آیا۔ جو محض ان کے خیال کی پیداوار ہوتا۔

گرمی کے ایام آتے تو بھی ان کے خوف و دہشت میں کمی نہیں ہوتی اور فرضی خیالات جو انہیں خوفزدہ کرتے تھے مثلاً" ہواؤں کا ڈر' درختوں کی ٹہنیوں کا ہلنا' پھر ان کے ٹکرانے سے آوازوں کا نکلنا' ان کی حالت جوں کی توں برقرار رہتی۔ فرضی باتیں ان کو سنائی دیتیں اور دوسروں کو اس کی داستانیں سناتے' ان کو موت کا بھی بڑا خوف تھا۔ جس سے انہیں کسی طرح چین و سکون میسر نہیں آتا جبکہ گرمی سکون و اطمینان جمال و خوش مزاجی اور نرمی و رقت کا موسم ہے اور یہ جن و انس کے خوش و شادماں ہونے کے ایام ہیں۔ چڑیاں اس میں چہچہاتی ہیں' بلبل کے نغمے بلند ہوتے ہیں' خوشگوار پانی اپنے ٹھہراؤ اور جماؤ کے بعد پھر موجیں مارتا ہے' جس کی صاف شفاف چمک پھر دکھائی پڑتی ہے اور وہ یہ ایام ہیں جس میں سکڑنے کے بعد پھیلاؤ آتا ہے۔

مگر ان کا حال سب سے مختلف ہوتا اور یہ ان ساری خوشگواریوں اور لطفوں سے محروم رہتے اور ان حسین و خوشگوار لمحات سے لطف اندوز نہیں ہوسکتے تھے جبکہ رات کا سکون ان کو مزید پریشانی میں مبتلا کردیتا اور یہ خیال یقین میں بدل جاتا کہ رات کے سکون میں ہی تو جن و شیطان نکلتے ہیں اور دن میں سورج کی گرمی باہر نکلنے نہیں دیتی۔

ان کی اس بے چارگی پر ان کے دوستوں کو افسوس ہوتا اور فکرمند رہتے اور ترس کھاتے اور اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتے تھے۔ اس لئے کہ وہ نفسیاتی مریض تھے' فرضی خیالات انہیں کھائے لے رہے تھے۔ ان کا حال عجیب تھا' ہر چیز ان کو روکتی اور حرکت و عمل سے باز رکھتی' اور یہ بات انہیں قید کئے ہوئے تھی' آزاد ہوکر بھی قید تھے' اور ان کا یہ ڈر و خوف انہیں بالکل زمین کی پستی کی طرف لئے جارہا تھا اور وہ راحت کے وسائل سے کوئی فائدہ نہ اٹھا پاتے تھے۔

حالانکہ یہ ایک اچھے' صحیح اور صاف ستھرے دماغ کے اور رقیق القلب شخص تھے۔ بھلائی کے کاموں کو پسند کرنے والے اور خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے' مگر دل کمزور' کاش کہ یہ طبیعت نہ ہوتی' اور جب یہ تو اس سے نکلنے کی استطاعت ہوتی' ان کے دوست و احباب انہیں بہت سمجھاتے اور اس خوف کے دائرہ سے نکلنے کے لئے تدبیریں سمجھاتے لیکن ساری تدبیریں بیکار ثابت ہوئیں۔

ایک دن خلاف عادت رات کو تاخیر سے ایک ضروری کام سے مجبور ہوکر وہ اپنے کسی دوست سے ملنے نکلے' راستہ میں ایک غیر آباد علاقہ تھا' وہاں گھنے درخت تھے' انہیں کچھ دور چلنے کے بعد معلوم ہوا کہ پولیس والے احاطہ کئے ہوئے ہیں' اس منظر سے یہ ڈرے اور راستہ بدل دیا۔ دوسری طرف راستہ میں قریب ہی چند لڑکوں کو دیکھا زور و شور سے کھیل رہے ہیں' یہ ادھر سے رخ بدل کر چلے' وہ راستہ ویران تھا' وہاں ایک دم سے چند ٹھگوں نے انہیں گھیر لیا' جن کے چہرے سے قساوت ظاہر ہو رہی تھی' وہ لوگ ان کو پیڑوں کے پاس گھسیٹ کر لے گئے' اور ان سے پوچھ گچھ شروع کی کہ ان کے پاس کیا مال متاع ہے۔

ایک نے سخت و تند لہجہ میں کہا تمہارے پاس جو کچھ مال ہو نکال دو' انہوں نے اپنی وہ سونے کی انگوٹھی اتار دی' جو انہیں ورثہ میں ملی تھی' اور ان لوگوں کے حوالہ کردی۔

دوسرے نے کہا۔ روپے پیسے کہاں ہیں' جو کچھ جیب میں ہو نکال دو' انہوں نے بغیر کسی تردد کے جو کچھ جیب میں تھا نکال دیا۔ ان کی جیب میں ایک چھوٹا سا قرآن کریم بھی تھا۔ جس سے یہ اپنے دل کو سکون پہنچاتے تھے اور سفر و حضر میں ساتھ رکھتے اور تلاوت کرتے تھے اور اس سے اپنے اندر ایمان و قوت پاتے تھے اور جو ان کے لئے اندھیری خوفناک راتوں میں سکون قلب اور عافیت کا باعث ہوتی تھی۔ ان بدبختوں میں سے ایک نے اس مصحف مبارک کو لیا اور اس کو اپنے لئے بے فائدہ سمجھ کر دور پھینک دیا۔ (العیاذ باللہ)

قرآن شریف کے ساتھ یہ اہانت اور گستاخی دیکھ کر ان پر جیسے بجلی گر پڑی اور ان میں آگ بھڑک اٹھی ان کے لئے یہ ناقابل برداشت فعل تھا۔ ان کا نفس بے قرار ہوگیا اور دل بے چین ہوگیا کچھ دیر وہ سکتہ کے عالم میں رہے اس کے بعد ان کو ایک کرنٹ کا جھٹکا محسوس ہوا ان کو محسوس ہوا کہ اگر قرآن مجید کا بھی وہ دفاع نہیں کرسکتے تو اس زندگی سے کیا فائدہ۔ عمر ایک ہی' عزت نفس کے لئے آدمی جان دیتا ہے تو قرآن قرآن تو نفس سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ ہمارے رب کا کلام ہے ان کی زندگی میں اب وہ

باقی ص ۲۶ پر

از- قاری محمد نذر عثمانی' چوک پرمٹ مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 'کراچی

# قادیانیت عدالت کے کٹہرے میں

## یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مرزا غلام قادیانی جیسا جھوٹا کذاب شخص دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا

مرزا غلام احمد قادیانی کے مجدد' مہدی' مسیح موعود اور نبی ہونے کے دعاوی کے ساتھ علماء اسلام نے اس کا ہر محاذ پر مقابلہ کیا۔ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر سپریم کورٹ تک اس کے اس گمراہ کن عقیدے کا سد باب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے طفیل ہر محاذ پر کامیابی و کامرانی عطا فرمائی اور مرزا غلام احمد قادیانی خسر الدنیا والآخرۃ ہوا۔ قادیانیت کو عدالت کے کٹہرے میں کس طرح ذلیل و رسوا ہونا پڑا اس کی تفصیل جاننے کے لئے ہم آپ کو مسٹر جی ایم ڈبلیو ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور (۲۲ اگست ۱۸۹۷ء) کی عدالت میں لئے چلتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مجسٹریٹ صاحب کیا فرما رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ اگرچہ مقدمہ ڈاکٹر کلارک ان کے خلاف کافی شہادت نہیں ہے کہ ان سے ضمانت حفظ امن کی لی جائے لیکن جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ یعنی مرزا فتنہ انگیز ہیں اور دوسری جگہ ایک اور عدالت میں جس کے مجسٹریٹ لالہ آتما رام جہتہ ہیں فیصلہ سناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ملزم نمبرا مرزا غلام احمد قادیانی' اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں کے خلاف لکھا کرتا ہے۔ اگر اس کے اس میلان طبع کو بر محل نہ روکا گیا تو غالباً" امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا لہٰذا حکم ہوا کہ ملزم نمبرا مرزا غلام احمد پانچ سو روپے جرمانہ ادا کرے بصورت عدم ادائیگی جرمانہ چھ ماہ قید محض میں رہیں۔ ۸ اکتوبر ۱۹۰۳ء اسی طرح کا ایک اور طمانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے چہرے پر جناب جی ڈی کھوسلہ سیشن جج گورداسپور لگاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ قادیان کے ایک باشندہ مسمی غلام احمد قادیانی نے دنیا کے سامنے یہ دعویٰ پیش کیا کہ میں مسیح موعود ہوں اور ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی۔ اس کے ارکان اگرچہ مسلمان ہونے کے مدعی تھے لیکن ان کے بعض عقائد و اصول عام عقائد اسلامی سے بالکل متبائن تھے اور آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ بات نظر انداز کئے جانے کے قابل نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود مسلمانوں کو کافر' سور اور ان کی عورتوں کو کتیوں کا خطاب دے کر ان کے جذبات کو بھڑکایا۔ (۶ جون ۱۹۳۵ء)۔

یہاں یہ بات سوچنے کے لائق ہے کہ مسٹر جی ڈی کھوسلہ خود غیر مسلم ہونے کے باوجود اسلام کے عقائد و اصول کو جانتے ہوئے مرزا کے ان گمراہ کن عقیدے کو اسلام سے متبائن قرار دے رہے ہیں یعنی ملت اسلامیہ اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کا کوئی تعلق نہیں اور مسلمانوں کے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ بکواس اس کی ذریتہ البغایا ہونے کی دلیل ہے۔ عربی ادب کا مقولہ ہے کہ برتن سے وہی کچھ نکلے گا جو اس میں ہے۔ مرزا کے جہنم واصل ہونے کے بعد بھی اس کی ذریت کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ ستمبر ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور رہی سہی کسر تو جنرل محمد ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کرکے پوری کردی۔

ماریشس سپریم کورٹ میں مسجد روز حل کے مقدمہ کو تاریخ ماریشس کا سب سے بڑا مقدمہ کہا جاتا ہے کیونکہ پورے دو سال تک سپریم کورٹ نے بیانات لئے شہادتیں سنیں اور پہلی مرتبہ یہ فیصلہ دیا کہ مسلمان الگ امت ہیں اور قادیانی الگ۔ عدالت عالیہ کی کارروائی کے دوران ہزاروں مسلمان موجود تھے اور ملک میں پہلی مرتبہ یہ علم ہوا کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کے بھیس میں اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹ نومبر ۱۹۲۰ء کو چیف جسٹس سرالے ہرچیز ورڈ نے یوں فیصلہ پڑھ کر سنایا۔ عدالت عالیہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مدعا علیہ قادیانی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ روز حل مسجد میں اپنی پسند کے امام کے پیچھے نماز ادا کریں۔ اس مسجد میں اپنے اعتقادات کی روشنی میں صرف مدعی مسلمان ہی نماز ادا کرسکیں گے۔ (بحوالہ قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف ۹۸۔۹۹)۔

اسی طرح جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ کا فیصلہ بھی مرزائیوں کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے۔ جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ نے مرزائیوں (لاہوری گروپ) کا وہ دعویٰ خارج کردیا ہے جو انہوں نے خود کو مسلمان کہلانے' مسلمانوں کے قبرستان میں اپنے مردے دفن کرنے اور مسلمانوں کی مساجد میں داخل ہونے کے حق دار ہونے کے سلسلے میں دائر کر رکھا تھا۔ پاکستان میں ان کے ہر دو گروپوں کو غیر مسلم قرار دینے کے متعلق جو فیصلہ ہوچکا ہے وہ اتنا بنیادی اور اہم ہے کہ اب کسی بھی غیر مسلم ملک کی اعلیٰ عدالت کی طرف سے تائید و توثیق کی ہرگز ضرورت نہیں لیکن یہاں سے اگر مولانا ظفر احمد انصاری کی سربراہی میں سرکردہ علماء اور قانون دانوں کا وفد نہ بھیجا جاتا تو جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ کا فیصلہ مختلف بھی ہوسکتا تھا۔ (نوائے وقت ۱۳ ستمبر ۱۹۸۲ء)۔

ہمارے ملک کے انگریزی دان طبقہ مرزائیوں کے بارے میں علماء کرام کے بیانات سن کر یہی کہتا ہے کہ علماء تو بنیاد پرست ہیں' اپنے علاوہ کسی کو مسلمان سمجھتے نہیں۔ میرے محترم! اوپر جن عدالتوں کے فیصلہ جات نقل کئے گئے ہیں وہ مولوی نہیں مسٹر ہیں اور یہ بھی مرزائیت کو غیر مسلم قرار دینے کی وجہ سے بنیاد پرست تو نہیں بن گئے۔ عوام الناس اگر اس معاملہ کو ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں تو ہر چیز واضح نظر آئے گی۔ متحدہ عرب امارات کی ریاست ابوظہبی کی عدالت عالیہ کے اس ایمان افروز فیصلہ کا اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مذکورہ بالا امور کے پیش نظر میں حکومت کے ذمہ داروں کو ہدایت کرتا ہوں کہ قادیانیوں کو فوری طور پر متحدہ عرب امارات سے ملک بدر کردیا جائے اور آئندہ داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔ ہماری

حکومت کو قادیانیوں کے پاسپورٹ میں لفظ قادیانی نوٹ کرلینا چاہئے۔ ان کا لٹریچر ضبط کرلیا جائے اور پڑھنا پڑھانا ممنوع قرار دیا جائے۔ نیز حکومت کو لازم ہے کہ قادیانیوں کے عقائد باطلہ کو بے نقاب کرنے کے لئے عام ذرائع ابلاغ سے کام لے تاکہ مسلمانوں پر یہ واضح ہو کہ قادیانیت ایک الگ مذہب اور اسلام سے خارج ہے اور یہ کہ قادیانی غیر مسلم اور مرتد ہیں۔ (ماہنامہ الحق دسمبر ۱۹۸۷ء)۔

اسی طرح سپریم کورٹ جنوبی افریقہ کیپ ٹاؤن کے جسٹس وانڈر ہیور مسلمانوں کے عقائد پر تفصیلی بحث کرنے کے لئے عقیدۂ ختم نبوت کے بارے میں یوں اظہار خیال کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ختم نبوت ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کو مانتا ہو وہ مسلمانوں کے نزدیک مسلمان نہیں ہوسکتا۔ (ہفت روزہ تکبیر کراچی ۲۸ ستمبر ۱۹۸۹ء)۔ اب ذرا پاکستانی عدالتوں کے فیصلہ جات بھی ملاحظہ فرمائیں۔ وفاقی شرعی عدالت پاکستان کے معزز جج صاحبان نے ۲۲۳ صفحات پر مشتمل ایک فیصلے میں قادیانیوں کی دائر کردہ درخواست مسترد کردی ہے اور قرار دیا ہے کہ قادیانی آرڈیننس کسی بھی طرح قرآن و سنت کے احکام کے منافی نہیں ہے۔

وفاقی شرعی عدالت نے درخواست کی تفصیل سے سماعت کی۔ عدالت میں دوسری باتوں کے علاوہ جو نکات اٹھائے گئے تھے ان میں یہ سوال بھی شامل تھا کہ کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ قطعی طور پر ختم ہوگیا ہے؟ کیا وہ آخری پیغمبر تھے اور ان کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا؟ عدالت نے قرآن و سنت اور نامور مفسرین کی تشریحات اور آراء کو پیش کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ قطعی طور پر ختم ہوچکا ہے اور یہ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے ان کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ عدالت سماعت کے بعد جن نتائج پر پہنچی ہے ان کو قلم بند کرتے ہوئے اس نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں امت مسلمہ کے ایک فرد اور اسلامی شریعت کے پیروکار کے طور پر ظاہر ہوں گے اور یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی نہ مسیح موعود تھا اور نہ ہی مہدی۔ جو لوگ قرآن پاک کی واضح اور عمومی آیات کو ان تحریف اور تخصیص کے ذریعے غلط معنی پہناتے ہیں مومن نہیں اور چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی خود کو نبی کہا تھا لہٰذا وہ کافر تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دھوکہ باز اور بے ایمان آدمی تھا۔

پاکستان کی عدالت عالیہ سپریم کورٹ قادیانیوں کی اپیل پر اس طرح اپنا فیصلہ صادر فرماتی ہے۔ اس ترمیم نے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کو جو عموماً "احمدیوں (مرزائیوں) کے نام سے معروف ہیں' غیر مسلم قرار دے دیا تھا اور پورے ہاؤس پر مشتمل خاص کمیٹی کی طویل روئیداد کے دوران مرزائیوں کے دونوں گروہوں کے مسلمہ لیڈروں کو بھی اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا پورا موقع فراہم کیا گیا تھا۔ اس قرارداد میں یہ تصریح بھی موجود تھی کہ مرزائی اندرونی و بیرونی سطح پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور یہ کہ اس وقت مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس جس میں دنیا بھر سے ۱۴۰ وفود نے شرکت کی تھی بالاتفاق قرار دیا گیا تھا کہ قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سرگرم عمل ایک تخریبی تحریک ہے۔ جو دھوکے اور مکاری سے ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں درج توضیح کے مطابق جو مسلمان دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ کی شق (۳) میں درج کردہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے عقیدے کے خلاف اظہار کرے گا' عمل کرے گا یا تبلیغ کرے گا وہ اس دفعہ کے تحت سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس میاں محبوب احمد' عقیدۂ ختم نبوت کے تہذیبی اثرات میں یوں رقمطراز ہیں۔ ختم نبوت تقدیر کائنات پر وہ مہر کامل ہے جس کی پاسبانی کا فریضہ اس امت پاک کے سپرد کیا گیا ہے۔ ہم اپنے قلم سے' اپنے عمل سے' اپنے آنسوؤں سے' اپنی محبت کے چراغوں سے اس کی پاسبانی کا حق ادا کرتے ہیں۔ اسی فریضے کی ادائیگی سے اس دنیا کا جمال اور وقار وابستہ ہے۔ جسے اسلامی دنیا کہتے ہیں۔ آج جبکہ فتنوں کا دروازہ کھل چکا ہے اور بلائیں ختم نبوت کے تصور پر بھیس بدل کر حملہ آور ہورہی ہیں۔ اس عقیدہ کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہوجانا چاہئے اور مجھے یقین ہے کہ اس سعادت کے حصول میں پاکستان صف اول میں ہوگا اور میدان حشر میں انشاء اللہ جب آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم یہ سوال فرمائیں گے کہ جب میری ناموس نبوت زد پر تھی تو تم نے کیا کردار ادا کیا تھا؟ اس وقت اہل پاکستان اپنے الفاظ کا نذرانہ بھی

باقی ص ۱۵ پر


# تحریکِ ختمِ نبوّت 1974

ترتیب و تدوین
مولانا اللہ وسایا

تحریک ختم نبوت 1954ء تا 1974ء' قادیانی احتساب کی سرگزشت ○ مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام اور مسلم لیگی حکومت کا عتاب ○ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا سہروردی کے نام خط ○ ظفر اللہ خاں قادیانی کی نئی دہلی میں کے پرانے شوہر کی دلچسپ داستان ○ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بزرگوں کو بشارتیں ○ قادیانیوں کا خلیفہ ربوہ کے مظالم کے خلاف احتجاج اور بغاوت ○ قادیان میں ختم نبوت کانفرنس ○ مسیح موعود بننے کا پاکستانی امیدوار ○ اسلامی ممالک میں قادیانیوں کا داخلہ بند ○ اسمبلی میں مولانا غلام غوث ہزاروی کے دلچسپ سوالات ○ سکندر مرزا ایک قومی غدار ○ "ایک غلطی کا ازالہ" کی حقیقت ○ محاذ قادیان پر کام کرنے والے مجاہد علماء کرام ○ اقبال اور قادیانیت ○ پنجاب یونیورسٹی اور قادیانیت ○ قادیانی جماعت کا بجٹ ○ فرقان فورس کیا بلا ہے؟ ○ خلیفہ ربوہ کی مشکوک سرگرمیاں ○ قادیانیوں کی اشتعال انگیزیاں ○ اسرائیل میں مرزائی مشن ○ ربوہ کا سالانہ میلہ ○ ہفت روزہ "چٹان" کی ضبطی ○ مولانا عبید اللہ انور کی گرفتاری ○ بھٹو اور مرزا ناصر ○ فوج کا ہیڈ کوارٹر ربوہ؟ ○ تبلیغ اسلام کے لیے قادیانیوں کا تقرر ○ ایم ایم احمد قادیانی قائم مقام صدر پاکستان ○ چینی سفیر ربوہ میں ○ مرزائی لندن پلان ○ مرزائی گھوڑے ○ رفیق باجوہ کا قاتلانہ حملہ ○ سانحہ سقوط مشرقی پاکستان اور قادیانی ○ محکمہ تعلیم اور قادیانی ○ قادیانی خلیفہ کو پاکستان ایئر فورس کی سلامی ○ بھٹو کے خلاف مرزائی سازشیں ○ ضلع ژوب میں قادیانیوں کا داخلہ بند ○ مولانا شمس الدین کی شہادت ○ ربوہ' طلاق فیکٹری ○ مرزائی خلافت کے خواب ○ پاک فوج میں قادیانی سازشیں ○ براڈ کاسٹنگ ان دی ربوہ ○ ربوہ' سازشوں کا مرکز ○ اسمبلی میں چوہدری ظہور الٰہی کا خطاب ○ صدر پاکستان اور قادیانی خلیفہ مرزا طاہر احمد ○ رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد ○ "پاکستان قائم نہیں رہے گا" مرزا ناصر احمد کی دھمکی ○ سانحہ ربوہ 1974ء ○ قادیانی غنڈوں کا مسلمان طلبہ پر وحشیانہ ظلم و ستم ○ حنیف رامے کی بدترین مرزائیت نوازی ○ قادیانی عورتوں کی حقیقت ○ قادیانی جشن ○ مرزا ناصر کے اندرون خانہ راز ○ کوثر نیازی ربوہ میں ○ لیبیا کا ایٹمی پلانٹ اور قادیانی ○ شیزان قادیانیوں کی فیکٹری ○ ملک قاسم' مجید نظامی' آغا شورش کاشمیری کے عدالت میں ہوش ربا بیانات ○ مرزا ناصر احمد عدالت کے کٹہرے میں ○ خلیفہ ربوہ کی لاہوری گروپ سے لاتعلقی ○ سانحہ ربوہ کے سلسلہ میں جسٹس صمدانی ٹریبونل کی لمحہ بہ لمحہ کارروائی "پہلی بار منظر عام پر"

○ کمپیوٹر کتابت ○ عمدہ کاغذ ○ اعلیٰ طباعت ○ چار رنگا خوبصورت ٹائٹل ○ مضبوط جلد ○ صفحات 1224 ○ قیمت 200 روپے
○ جماعتی کارکنوں کے لیے قیمت صرف 120 روپے ○ قیمت کا پیشگی منی آرڈر آنا ضروری ہے ○ وی پی ہرگز نہ ہوگی۔

ایک ایسی تاریخی دستاویز جس کا مدتوں انتظار تھا
پڑھئے اور تحفظ ختم نبوت کے لیے آگے بڑھئے

ملنے کا پتہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' حضوری باغ روڈ' ملتان۔ فون: 40978

❁ قادیانیت ایک بے بنیاد مذہب ہے

❁ کسی مذہب نے دوسرے مذہب کی اصطلاحات کو نہیں اپنایا

# قادیانی اسلامی اصطلاحات‘ اسلامی شعائر استعمال نہیں کرسکتے

گزشتہ دنوں پاکستان سپریم کورٹ نے قادیانی مرتدوں اور زندیقوں کے خلاف جو فیصلہ دیا تھا‘ اس کا اردو ترجمہ جناب کے۔ ایم۔ سلیم صاحب نے کردیا تھا‘ اصل متن انگلش میں تھا۔ ابھی اس اردو ترجمہ پر نظر ثانی کی جاری تھی کہ ہفت روزہ زندگی لاہور نے جناب مجاہد لاہوری صاحب کا کیا ہوا ترجمہ شائع کردیا۔ اب ہم جناب کے۔ ایم۔ سلیم کے ترجمہ کی بجائے ہفت روزہ زندگی لاہور کے شکریے کے ساتھ جناب مجاہد لاہوری صاحب کا کیا ہوا ترجمہ شائع کررہے ہیں‘ چونکہ فیصلہ طویل ہے‘ اس لئے اسے قسط وار شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

## سپریم کورٹ آف پاکستان کا تاریخ ساز فیصلہ

ترجمہ مجاہد لاہوری

۳ جولائی ۱۹۹۳ء کو پاکستان کی عدالت عظمیٰ نے ایک فیصلہ صادر کیا جو قادیانیت کے تعاقب و استیصال کے سلسلہ میں تاریخ ساز حیثیت رکھتا ہے۔ اس فیصلہ کی رو سے قادیانیوں کے لیے اسلامی القابات و اصطلاحات کے استعمال پر جو مسلمانوں کی مقدس ہستیوں کے لیے مخصوص ہیں‘ پابندی لگا دی گئی‘ نیز انہیں اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کہنے اور "اذان" دینے سے روک دیا گیا۔

اس قاطع قادیانیت فیصلہ کا پس منظر یہ ہے کہ اگرچہ مرزائیوں کو ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم قرار دے دیا گیا‘ مگر انہوں نے پوری ملت کے اس اجتماعی فیصلہ کو قبول نہیں کیا۔ ۱۹۸۴ء میں شعائر اسلامی کے تحفظ کے لیے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا گیا۔ ۱۹۸۸ء میں وفاقی شرعی عدالت نے مجیب الرحمن کیس میں ایک یادگار فیصلہ سنایا لیکن ختم نبوت کے باغیوں نے اسے بھی نہ مانا اور بدستور شعائر اسلامی کی توہین کرکے مسلمانوں کے سینہ پر مونگ دلتے رہے۔ ۱۹۸۹ء میں قادیانی تحریک کے ۱۰۰ برس پورے ہونے پر صد سالہ جشن منانے کا پروگرام بنایا گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے بروقت مخالفت اور زبردست مزاحمت کو دیکھتے ہوئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے صد سالہ جشن کی تقریبات پر پابندی لگا دی۔ ڈپٹی کمشنر کے اس اقدام کو چیلنج کر دیا گیا۔ ہائیکورٹ کے عزت مآب جج جسٹس خلیل الرحمن نے مرزا شوکت کو سمجھایا کہ جشن کا وقت گزر چکا ہے اس لیے وہ اپنا کیس واپس لے لیں‘ مگر وہ بضد رہے کہ یہ فیصلہ ہونا چاہیے چاہے پابندی جائز تھی یا ناجائز؟

جسٹس خلیل الرحمان نے قوی اور پرزور دلائل پر مبنی اپنے طویل اور مبسوط فیصلہ میں صد سالہ جشن پر پابندی کو جائز قرار دیا۔ جھوٹی نبوت کے پیروکاروں نے اس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ اس کے ساتھ ہی امتناع قادیانیت آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء کو بھی چیلنج کر دیا۔ مزید برآں بلوچستان ہائیکورٹ کے جسٹس امیر الملک مینگل کے صادر کردہ فیصلہ کو بھی جس میں قادیانیوں کو شعائر اسلامی کی توہین کرنے پر قید و جرمانہ کی سزائیں دی گئی تھیں‘ اپیل میں شامل کر لیا۔ سپریم کورٹ کے فل بنچ نے جو کہ جسٹس عبدالقدیر چوہدری جسٹس محمد افضل لون‘ جسٹس شفیع الرحمن‘ جسٹس سلیم اختر اور جسٹس ولی محمد خاں پر مشتمل تھا‘ ان تمام درخواستوں کی ایک ساتھ سماعت کی اور ۳ جولائی ۱۹۹۳ء کو زیر بحث فیصلہ سنایا۔ کلیدی فیصلہ جسٹس عبدالقدیر چوہدری نے لکھا‘ جس سے جسٹس ولی محمد خاں اور جسٹس محمد افضل لون نے اتفاق کیا۔ جسٹس سلیم اختر نے اپنا علیحدہ فیصلہ سپرد قلم کیا جو کہ جسٹس عبدالقدیر کے فیصلہ کی تائید میں ہے۔ البتہ جسٹس شفیع الرحمن نے اس تاریخی فیصلہ سے اختلاف کرتے ہوئے اپنا الگ اختلافی نوٹ لکھا۔

## بحضور سپریم کورٹ آف پاکستان

(بصیغہ اپیل)

**سماعت کنندہ بنچ**

جسٹس شفیع الرحمن
جسٹس عبدالقدیر چودھری
جسٹس محمد افضل لون
جسٹس سلیم اختر
جسٹس ولی محمد خاں

**فوجداری اپیل نمبر ۳۱۔ کے تا ۳۵۔ کے لغایت ۱۹۸۸ء**

(بلوچستان ہائیکورٹ کوئٹہ کے فیصلہ مورخہ ۸۷/۳/۲۲ کے خلاف اپیل جو کہ فوجداری (نظرثانی) درخواست ہائے نمبر ۸۷/۲۸ تا ۸۷/۳۲ میں سنایا گیا تھا)۔

**فوجداری اپیل نمبر ۳۱۔ کے ۸۸**

ظہیرالدین ---- اپیلانٹ
بنام
سرکار ---- مسئول الیہ

**فوجداری اپیل نمبر ۳۲۔ کے ۸۸**

رفیع احمد ---- اپیلانٹ
بنام سرکار ---- مسئول الیہ

**فوجداری اپیل نمبر ۳۳۔ کے ۸۸**

عبدالمجید ---- اپیل کنندہ
بنام
سرکار ---- مسئول الیہ

**فوجداری اپیل نمبر ۳۴۔ کے /۸۸**

عبدالرحمن خاں ---- اپیل کنندہ
بنام
سرکار ---- مسئول الیہ

**فوجداری اپیل نمبر ۳۵۔ کے /۸۸**

چوہدری محمد حیات ---- اپیلانٹ
بنام
سرکار ---- مسئول الیہ

**دیوانی اپیل نمبر ۱۴۹، ۱۵۰ لغایت ۱۹۸۹ء**

(لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ مورخہ ۸۴/۹/۲۵ کے خلاف اپیل جو بین العدالت اپیل نمبر ۱۵۸/۸۴ اور نمبر ۱۹۰/۸۴ میں سنایا گیا تھا)

**دیوانی اپیل نمبر ۱۴۹/۸۹**

مجیب الرحمن درد ---- اپیلانٹ
بنام

پاکستان بذریعہ سیکرٹری وزارت قانون و پارلیمانی امور اسلام آباد ---- مسئول الیہ

**دیوانی اپیل نمبر ۱۵۰/۸۹**

۱۔ شیخ محمد اسلم
۲۔ شیخ محمد یوسف — اپیل کنندگان
۳۔ نور محمد ہاشمی

بنام

۱۔ پاکستان بذریعہ سیکرٹری وزارت قانون و پارلیمانی امور اسلام آباد
۲۔ سرکار ---- مسئول الیہان

**دیوانی اپیل نمبر ۴۱۲ لغایت ۴۱۳/۹۲ء**

(لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ مورخہ ۹۱/۹/۱۷ کے خلاف اپیل جو رٹ پٹیشن نمبر ۲۰۸۹/۸۹ میں سنایا گیا تھا)

۱۔ مرزا خورشید احمد
۲۔ حکیم خورشید احمد — اپیلانٹس

بنام

۱۔ صوبہ پنجاب معرفت سیکرٹری محکمہ داخلہ لاہور
۲۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ
۳۔ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ — مسئول الیہان
۴۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی
۵۔ عبدالناصر گل

**پیروی**

فوجداری اپیل نمبر ۳۱۔ کے تا ۳۵۔ کے لغایت ۱۹۸۸ء میں اپیل کنندگان کی طرف سے فخرالدین جی ابراہیم سینئر ایڈووکیٹ، مجیب الرحمن مرزا، عبدالرشید اور ایس علی احمد طارق ایڈووکیٹ پیش ہوئے جبکہ سرکار کی پیروی اعجاز یوسف، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان نے کی۔

فوجداری اپیل نمبر ۳۱۔ کے /۸۸ میں مستغیث کی پیروی راجہ حق نواز ایڈووکیٹ اور ایم اے ٹی قریشی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ (غیر حاضر) نے کی۔

دیوانی اپیل نمبر ۱۴۹، نمبر ۱۵۰/۸۸ میں اپیل کنندگان کی طرف سے فخرالدین جی ابراہیم سینئر ایڈووکیٹ، عزیز احمد باجوہ، چوہدری اے وحید سلیم سینئر ایڈووکیٹ، مجیب الرحمن اور حامد اسلم قریشی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ پیش ہوئے۔

دیوانی اپیل نمبر ۹۲/۴۱۲ میں اپیل کنندگان کی پیروی چوہدری عزیز احمد باجوہ سی اے رحمان اور حامد اسلم قریشی، ایڈووکیٹ آن ریکارڈ نے کی۔

دیوانی اپیل نمبر ۱۴۹، ۱۵۰ لغایت ۱۹۸۹ء اور ۹۲/۴۱۲ میں وفاقی حکومت کی طرف سے ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی (صرف ۹۲۔ سی۔ ۱ اور ۹۲۔ سی۔ ۲ کو) سید عنایت حسین ایڈووکیٹ آن ریکارڈ (صرف ۹۲۔ سی۔ ۳ کو) گلزار حسن، ایڈووکیٹ آن ریکارڈ (غیر حاضر) اور چوہدری اختر علی، ایڈووکیٹ آن ریکارڈ پیش ہوئے۔

دیوانی اپیل نمبر ۹۲/۴۱۲ میں مسئول الیہ نمبر۱ کی پیروی مقبول الٰہی ملک، ایڈووکیٹ جنرل پنجاب، ایم ایم سعید بیگ، راؤ محمد یوسف خاں ایڈووکیٹ نے کی۔

دیوانی اپیل نمبر ۹۲/۴۱۲ میں مسئول الیہ نمبر ۴ کی طرف سے ایم اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ اور سید ابوالعاصم ایڈووکیٹ آن ریکارڈ پیش ہوئے۔

عدالت کے نوٹس پر مسٹر عزیز اے منشی اٹارنی جنرل، ممتاز علی مرزا ڈپٹی اٹارنی جنرل، اعجاز یوسف، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان، ایم سردار خاں ایڈووکیٹ جنرل صوبہ سرحد، مقبول الٰہی ملک، ایڈووکیٹ جنرل پنجاب، عبدالغفور منگی ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل سندھ پیش ہوئے۔

جبکہ عام لوگوں کی نمائندگی میجر (ریٹائرڈ) امیر افضل خان اور میجر (ریٹائرڈ) امین منہاس نے کی۔

## تاریخ ہائے سماعت

۳۰، ۳۱ جنوری، یکم، دو اور تین فروری ۹۳ء بمقام راولپنڈی

## صدور فیصلہ کی تاریخ

۳ جولائی ۹۳ء

# فیصلہ

## ۱۔ جسٹس شفیع الرحمن

## پس منظر

۱۔ ان تمام اپیلوں میں عوامی اہمیت کا یہ قانونی مسئلہ قابل غور ہے کہ آیا قادیانیوں لاہوری گروپ و احمدی گروپ کی خلاف اسلام سرگرمیوں کی (ممانعت اور سزا) کا آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء جسے مختصراً امتناع قادیانیت آرڈیننس کہا جاتا ہے" آئین کے دائرہ سے خارج ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو کیا زیر غور پانچوں فوجداری اپیلوں میں دی گئی سزائیں مذکورہ بالا آرڈیننس کی دفعہ ۵ کے مطابق ہیں؟

۲۔ سن وار ترتیب کے لحاظ سے غور کیا جائے تو آئینی درخواست نمبر ۸۴/۲۵۴ جو دیوانی اپیل نمبر ۸۹/۱۴۹ کا موجب بنی، سب سے پہلے دائر کی گئی تھی۔ یہ اپیل آرڈیننس کے نفاذ کی تاریخ (۲۶ اپریل ۸۴ء) کے صرف ڈیڑھ ماہ بعد یعنی ۸۴-۵-۳۰ کو دائر کی گئی۔ جس میں حسب ذیل دادرسی کی التجا کی گئی تھی۔

۱۔ یہ کہ متنازعہ آرڈیننس خلاف قانون اور اسی تاریخ سے باطل ہے جب اس کا نفاذ عمل میں آیا۔

۲۔ یہ کہ یہ آئین کے عبوری حکم مجریہ ۱۹۸۱ء کے دائرہ اثر سے خارج ہے۔

یہ آئینی درخواست ۸۴-۶-۱۲ کو ابتدائی سماعت کے دوران ہی اس بنا پر خارج کردی گئی کہ آرٹیکل ۲۰۳ - ڈی اس کی راہ میں مانع ہے۔ ایک بین العدالتی اپیل بھی ۸۴-۹-۲۵ کو اس میں مذکور وجوہات پر غور کرتے ہوئے ابتدائی سماعت کے دوران خارج کردی گئی۔ بہرحال ۸۹-۳-۲۸ کو سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دی گئی تاکہ متنازع آرڈیننس کا بنیادی حقوق (آرٹیکل ۱۹) اظہار خیال کی آزادی آرٹیکل ۲۰ مذہبی آزادی، آرٹیکل ۲۵ شہریوں کی قانون کی نظر میں برابری کی کسوٹی پر جائزہ لیا جاسکے۔

۳۔ ۱۹۸۴ء میں آئینی درخواست نمبر ۳۳۰۹ ہائیکورٹ میں دائر کی گئی جو دیوانی اپیل نمبر ۸۹/۱۵۰ کا موجب بنی جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس اپیل میں ۸۹-۶-۱۰ کو بعض تبدیلیاں کی گئیں۔ اس درخواست میں حسب ذیل درخواست کی گئی تھی۔

(i) متنازعہ آرڈیننس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔

(ii) درخواست گزار کو مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے۔

(iii) مزید گزارش ہے کہ مسئول الیہ کو ہدایت کی جائے کہ اس درخواست کا حتمی فیصلہ ہونے تک آرڈیننس کے تحت درخواست گزار کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے۔

یہ درخواست بھی ۸۴-۶-۱۲ کو ابتدائی سماعت کے دوران اس بنا پر خارج کردی گئی کہ آرٹیکل ۲۰۳ - ڈی اس کی سماعت میں مانع ہے۔ بین العدالتی اپیل بھی ۸۹-۹-۲۵ کو تمام وجوہات پر بحث کرنے کے بعد اور آرٹیکل ۲۰۳ - ڈی کو قابل تائید قرار دیئے بغیر خارج کر دی گئی۔ جہاں تک بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کا تعلق ہے اس کے بارے میں اپیل بنچ نے حسب ذیل رائے کا اظہار کیا۔

"اگر ۱۹۷۳ء کا دستور مکمل حالت میں نافذ ہوتا تو درخواست گزار کی دلیل پر غور کیا جاسکتا تھا، لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ جولائی ۱۹۷۷ء سے اب تک تین ماورائے آئین دستاویزات نے اس کی آب و تاب چھین لی ہے اور وہ اس پر سایہ فگن ہو گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی دستاویز مارشل لا کے نفاذ کا صدارتی فرمان ہے، جو ۵ جولائی ۱۹۷۷ء سے نافذ ہوا اور اس کی رو سے آئین کو معطل کردیا گیا۔ دوسرا چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا حکم نمبر ۱ مجریہ ۱۹۷۷ء ہے جو قوانین کے تسلسل کا حکم مجریہ ۱۹۷۷ء بھی کہلاتا ہے۔

اگرچہ اس حکم کی دفعہ ۲ (i) میں منجملہ دیگر باتوں کے یہ کہا گیا تھا کہ پاکستان پر جہاں تک ممکن ہوگا دستور کے مطابق حکومت کی جائے گی لیکن اسی دفعہ کی شق (iii) نے تمام بنیادی حقوق کو معطل کردیا۔ تیسری دستاویز عبوری دستور کا حکم مجریہ ۱۹۸۱ء ہے جو ۲۴ مارچ ۸۱ء سے نافذ العمل ہوا۔ اس حکم کی دفعہ ۲ میں ۱۹۷۳ء کے دستور کے متعدد احکام کو اپنا لیا گیا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اختیار کردہ احکام میں آرٹیکل ۲۰ (مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کا حق) سمیت کوئی بنیادی حق شامل نہیں ہے۔ اپیل کنندگان کا تمام تر انحصار آرٹیکل ۲۰ پر ہے، جو کہ دیگر تمام بنیادی حقوق کی طرح سردست قابل نفاذ نہیں ہے۔ لہٰذا یہ اپیل گزاروں کے اس دعویٰ کے بارے میں خاموش ہے کہ کوئی و آرٹیکل آرڈیننس پر حاوی ہے اور صدر کے اختیار کا حصہ ہے۔ پس ہم اپیل کنندگان کے اس موقف کو مسترد کرتے ہیں کہ موجودہ آئینی پوزیشن کے تحت بھی آرڈیننس جاری کرتے وقت صدر پر ان پابندیوں کا اطلاق ہوتا ہے جو بنیادی حقوق میں مذکور ہیں۔"

۸۹-۳-۲۸ کو اپیل کی اجازت دے دی گئی جس کے نتیجے میں دیوانی اپیل نمبر ۱۴۹ لغایت ۱۹۸۹ء دائر کی گئی۔

۴۔ نذیر احمد تونسوی نے جو کہ ایک سرگرم مبلغ ہے، ۱۷ مارچ ۸۵ء کو ۹ بجکر ۲۰ منٹ پر کوئٹہ کے سٹی پولیس سٹیشن میں رپورٹ درج کرائی کہ کسی کے اطلاع دینے پر وہ بازار میں پہنچا تو اس نے محمد حیات کو جو کہ فوجداری اپیل نمبر ۳۵ کے لغایت ۱۹۸۸ء میں اپیل کنندہ ہے اور عقیدہ کے لحاظ سے قادیانی ہے، کلمہ طیبہ کا بیج لگائے اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے دیکھا۔ اس کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸۔ سی کے تحت مقدمہ درج کرلیا گیا اور ملزم قرار دیتے ہوئے تابرخاست عدالت قید کی سزا اور تین ہزار روپے جرمانہ کیا گیا۔ عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں اسے تین ماہ قید سادہ کی سزا بھگتنا تھی۔ اس حکم کے خلاف اپیل اور نظر ثانی کی درخواست بھی خارج کردی گئی۔ تاہم ۸۹-۹-۱۰ کو سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دیدی گئی تاکہ درج ذیل تنقیحات کا جائزہ لیا جاسکے۔

"(۱) آیا کسی احمدی کا کلمہ طیبہ پر مشتمل بیج لگانا خود کو مسلمان "ظاہر کرنے" کے مترادف ہے اور اسے مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸ سی کے تحت قابل گرفت قرار دیا جاسکتا ہے؟

(۲) آیا درخواست گزاروں پر لگایا گیا الزام قانون کے مطابق ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا اثر کیا ہوگا؟

(۳) آیا مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸۔ سی بنیادی حق ۱۹، ۲۰ اور ۲۵ سے متصادم ہے؟"

۵۔ نذیر احمد تونسوی نے ایسی ہی دو اور رپورٹیں مورخہ ۸۵-۳-۲۷ کو درج کرائیں۔ ابتدائی رپورٹ نمبر ۴۹ لغایت ۸۵ء میں ظہیر الدین کے خلاف (جو کہ فوجداری اپیل نمبر ۳۱۔ کے لغایت ۱۹۸۸ء میں مدعی ہے) جو شکایت کی گئی اس میں کہا گیا ہے کہ ظہیر الدین کے ساتھ ایک بجے بعد دوپہر بازار میں مڈبھیڑ ہوئی تو وہ کلمہ طیبہ کا بیج لگائے ہوئے خود کو مسلمان ظاہر کر رہا تھا۔ اس کے خلاف زیر دفعہ ۲۹۸۔ سی (ت پ) کارروائی کی گئی، اور ایک سال قید بامشقت نیز ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی۔ عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں اسے ایک مہینے کی قید بامشقت بھگتنا پڑتی۔ سزایابی اور قید کے خلاف اس کی اپیل نیز نظرثانی کی درخواست خارج کردی گئی۔ دوسری ابتدائی رپورٹ نمبر ۵۰ لغایت ۸۵ء ایسے ہی حقائق پر مبنی عبدالرحمن نامی شخص کے خلاف درج کرائی گئی جو کہ فوجداری اپیل نمبر ۳۲۔ کے ۸۸ء میں درخواست گزار ہے۔ وہ نذیر احمد تونسوی کو ۳ بجکر ۳۰ منٹ پر بازار میں ملا تھا۔ اسے بھی قصوروار قرار دے کر ایک سال قید بامشقت ایک ہزار روپیہ عدم ادائیگی کی صورت میں ایک ماہ قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ اس کی اپیل اور نظرثانی کی درخواست بھی مسترد کردی گئی۔ ان دونوں مقدموں میں سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دی گئی جیسا کہ فوجداری اپیل نمبر ۳۵۔ کے ۸۸ میں کیا گیا تھا۔

۶۔ مورخہ ۸۵-۳-۱۵ کو ایک دکاندار حاجی باز محمد نے رپورٹ درج کرائی (ایف آئی آر نمبر ۸۵/۵۹ سٹی پولیس سٹیشن کوئٹہ) جس میں شکایت کی گئی تھی کہ اس کی دکان پر کلمہ طیبہ کا بیج لگائے ہوئے ایک گاہک آیا۔ جس نے اپنا نام مجید بتایا (جو فوجداری اپیل نمبر ۳۳۔ کے ۸۸

میں مدعی ہے) اور قادیانی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے خلاف زیر دفعہ ۲۹۸۔ سی تعزیرات پاکستان مقدمہ چلایا گیا اور ایک سال قید با مشقت کے ساتھ ایک ہزار روپیہ جرمانہ (عدم ادائیگی کی صورت میں ایک مہینہ قید با مشقت) کی سزا دی گئی۔ اس کی اپیل اور نظر ثانی کی درخواست ناکام ہو گئی۔ سپریم کورٹ نے اسے اپیل کی اجازت دی' جس پر فوجداری اپیل نمبر ۳۵ کے لغایت ۸۸ دائر کی گئی۔

۷۔ مورخہ ۸۵۔۵۔۸ کو ایک اور دکاندار محمد عظیم نے سٹی پولیس سٹیشن کوئٹہ میں رپورٹ درج کرائی (ابتدائی رپورٹ نمبر ۸۸/۴۳) اس میں شکایت کی گئی تھی کہ رفیع احمد (فوجداری اپیل نمبر ۳۲۔ کے/۸۸ میں اپیل گزار) کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر اس کی دکان پر آیا حالانکہ وہ قادیانی تھا۔ اسے زیر دفعہ ۲۹۸۔ سی تعزیرات پاکستان ایک برس کی قید با مشقت اور ایک ہزار روپیہ (عدم ادائیگی کی صورت میں ایک مہینے کی قید) کی سزا دی گئی۔ اپیل اور نظر ثانی کی درخواست نامنظور ہونے پر اس نے سپریم کورٹ میں فوجداری اپیل نمبر ۳۵۔ کے/۸۸ دائر کی۔

۸۔ ۱۳ اپریل ۸۹ء کو آئینی درخواست (نمبر ۸۹/۲۰۸۹) دائر کی گئی جس میں حکومت پنجاب کے صادر کردہ مورخہ ۸۹۔۳۔۲۰ کے فیصلہ اور اس پر عملدرآمد کیلئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کے حکم ۸۹۔۳۔۲۱ نیز ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ کے حکم مجریہ ۸۹۔۳۔۲۵ کو جس کی رو سے آ حکم ثانی اس میں توسیع کی گئی تھی چیلنج کیا گیا تھا۔ ان فیصلوں اور احکام کے نتیجہ میں ضلع جھنگ کے قادیانیوں کو درج ذیل سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے منع کیا گیا تھا۔

"(i) عمارتوں اور احاطوں پر چراغاں
(ii) آرائشی دروازوں کی تعمیر و تنصیب
(iii) جلوس اور جلسوں کا انعقاد
(iv) لاؤڈ سپیکر یا میگافون کا استعمال
(v) نعرہ بازی
(vi) بیجوں' جھنڈیوں اور بینروں وغیرہ کی نمائش
(vii) پمفلٹوں کی تقسیم' دیواروں پر پوسٹر چسپاں کرنا اور اشتہارات لکھنا
(viii) مٹھائیاں تقسیم کرنا اور کھانا کھلانا وغیرہ
(ix) کوئی دیگر سرگرمی جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل یا مجروح کرنے کا موجب بنے۔"

ہائیکورٹ نے ایک جامع فیصلہ کے ذریعے اس پٹیشن کو خارج کر دیا۔ بعد ازاں سپریم کورٹ میں دیوانی اپیل نمبر ۹۲/۴۱۲ دائر کی گئی۔

## قادیانیوں کے خلاف مقدمات

۹۔ پانچوں اپیلوں (نمبر ۳۱۔ کے تا ۳۵۔ کے) میں اپیل گزاران کے فاضل وکیل مسٹر فخرالدین جی ابراہیم' سینئر ایڈووکیٹ نے ۱۹۸۸ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی آئینی حیثیت کو زیادہ نشانہ تنقید بنایا ہے۔ ان کے نزدیک یہ آرڈیننس غیر معقول حد تک نامنصفانہ' قابل نفرت انداز میں مبہم و بے معنی "انصاف کی راہ سے بھٹکا ہوا" امتیاز برتنے والا' متعصب ذہن کی پیداوار' بدنیتی پر مبنی اور سراسر غیر آئینی ہے' جس سے دستور کے آرٹیکل ۱۹' ۲۰ اور ۲۵ کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ فاضل وکیل کے مطابق دستور میں دوسری ترمیم کی رو سے قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ آرٹیکل ۲۶۰ کی شق (۳) کے تحت قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلموں سے ممیز کرتے ہوئے ان کے مذہبی معمولات' تقاریر اور عقائد پر تناہی پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ ۱۹۹۲ء تک اس خاص اقلیت کے خلاف ۱۷۰۴ فوجداری مقدمات ۸۴ مقدمات اور بیج و نماز کی ادائیگی کے سلسلہ میں ۱۹ مقدمات کلمہ طیبہ کے استعمال پر ۳۶ مقدمات اذان دینے کی بابت ۲۵۱ قادیانیت کی تبلیغ کے بارے میں ۷۶۲ خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے خلاف اور ۵۲ عربی جملے السلام علیکم' نصر من اللہ اور میلاد النبی وغیرہ کے استعمال کے حوالہ سے درج ہو چکے ہیں جو کہ ان کے اظہار خیال کی آزادی اور مذہب کی پیروی نیز اس پر عمل کرنے کے حق پر سنگین حملہ کے مترادف ہیں اس سے ان کے ساتھ روا رکھا گیا امتیازی سلوک ظاہر ہوتا ہے۔ وہ معمولات جن کی ادائیگی پر ان کے خلاف مقدمے درج کئے گئے ہیں' از روئے آئین اقلیت کے مذہبی معمولات قرار دیئے جا چکے ہیں۔ جیسا کہ عبدالرحمن مبشر' ۳ دیگران بنام سید امیر علی شاہ بخاری و ۳ دیگران (پی ایل ڈی ۸۷ء لاہور ۱۱۳)' مجیب الرحمن' ۳ دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان' دیگر (پی ایل ڈی ۱۹۸۵ء ایف ایس سی ۸) (دیکھئے صفحہ ۸۹' ۹۳) مزید برآں نفاذ شریعت ایکٹ ۱۹۹۱ء بھی غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کا حق دیتا ہے۔ انہوں نے ہماری توجہ دستور کے آرٹیکل ۲۳۳ کی طرف مبذول کراتے ہوئے زور دے کر یہ بات کہی کہ آرٹیکل ۲۰ دستور کی ان دفعات میں سے ہے جنہیں ہنگامی حالت کے دوران بھی معطل نہیں کیا جا سکتا۔ اس سوال پر کہ مذہب سے کیا مراد ہے؟ فاضل وکیل نے درج ذیل مقدمات کا حوالہ دیا:۔

1.The Commissioner, Hindu Religious endowments
vs sir lakshmindra thirtha swamiar
of sir shirus mutt (air. 1954 S.C.282)
2. Ratilal Panachamd Gamdhi and others
vs. state of Bombay and others (Air. 1954, SC. 388)
3. Ramanasramam, by its Secretary G.
Sambasiva Rao and others Vs. The Commissioner
for Hindu Religious and Charitable Endowments
Madras. (AIR. 1961 Madras 265)

انہوں نے شریف الدین پیرزادہ کی تصنیف

"Fundamental Rights and Constitutional
Remedies In Pakistan"

(صفحہ ۳۱۹) کا بھی حوالہ دیا۔ جس کا تعلق دستور کے سابقہ آرٹیکل ۱۰ (مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کے حق) سے ہے۔ نیز آرٹیکل ۲۰ کے بارے میں جسٹس تنزیل الرحمن کے موقف کا بھی ذکر کیا جو "Constitution and the Freedom of Religion" کے زیر عنوان "پی ایل ڈی ۱۹۸۹ء جرنل ۷۱ میں شائع ہو چکا ہے۔ انہوں نے ہماری توجہ اے کے بروہی کی کتاب "Fundamental Law of Pakistan" (صفحہ ۷۷۸) جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ کے مضمون "Quaid-e-Azam's Constitution to the Cause of HumanRights (PLD. 1977, Journal 13) کی طرف بھی مبذول کرائی۔ جن میں دستور کے آرٹیکل ۲۰ کے دائرہ میں آنے والے بنیادی حقوق سے بحث کی گئی ہے۔

فاضل وکیل نے ان محدود معانی کی وضاحت بھی کی جو آرٹیکل ۲۰ میں استعمال کی گئی ترکیب "Subject to Law" (قانون کے تابع رہتے ہوئے) کو سپریم کورٹ نے درج ذیل مقدمات میں پہنائے ہیں۔

۱۔ جیندرا کشور اچاریہ چودھری و ۵۸ دیگران بنام صوبہ مشرقی پاکستان اور سیکرٹری محکمہ فنانس و ریونیو' حکومت مشرقی پاکستان (پی ایل ڈی ۱۹۵۷ء ایس سی ۹)

۲۔ میسرز ایسٹ اینڈ ویسٹ سٹیم شپ کمپنی بنام پاکستان (پی ایل ڈی ۱۹۵۸ء ایس سی ۴۱)

۳۔ سرفراز حسین بخاری بنام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ قصور و دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۸۳ء ایس سی ۳۲۸) قانونی ابہام اور مخصوص معانی جو ترکیب "خود کو مسلمان ظاہر کرنا" کو پہنائے جا سکتے ہیں کے سوال پر فاضل وکیل نے کرافورڈ کی تالیف

"Statutory Construction - Interpretation of Statutes"

نیز حاجی غلام ضامن و دیگر بنام اے بی خوندکر و دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۶۵ء ڈھاکہ ۱۵۶) ایف اے عباس بنام یونین آف انڈیا و دیگر (اے آئی آر ۱۹۷۱ء ایس سی ۴۸۱) اور سٹیٹ آف مدھیہ پردیش و دیگر بنام بلدیو پرشاد (اے آئی آر ۱۹۶۱ء ایس سی ۲۹۳) کا حوالہ بھی دیا۔

آخر میں فاضل وکیل نے اس رائے کا حوالہ دیا جو اس قانون کے بارے میں بین الاقوامی برادری نے رپورٹوں کی صورت میں قائم کی ہے اور ماہرین قانون کی بین الاقوامی

کمیٹی نے اپنی رپورٹیں ۱۹۸۷ء میں جبکہ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے ۱۹۹۱ء میں پیش کی تھیں۔

## اپیلانٹ کا موقف

۱۔ فوجداری اپیلوں میں اپیل کنندگان کے فاضل وکیل مسٹر مجیب الرحمن نے ۱۹۸۴ء کے زیر بحث آرڈیننس کی دفعات کی تعبیر و تشریح اس غرض سے کی ہے کہ ان فوجداری مقدمات کو جو کلمہ طیبہ کی بیج پہننے پر درج کئے گئے تھے "اس آرڈیننس کے دائرہ اثر سے خارج کیا جائے۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ یہ قانون لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ کے پس منظر میں نافذ کیا گیا جو اس نے عبدالرحمن مبشر کے مقدمہ (پی ایل ڈی ۱۹۷۸ لاہور ۱۱۳) میں سنایا تھا۔ کلمہ طیبہ پڑھنے یا اس غرض سے کلمہ طیبہ والا بیج لگانے کو قادیانیوں کے جائز معمولات میں سے ایک سمجھا گیا اور اسے زیر بحث قانون میں واضح طور پر خارج نہیں کیا گیا۔ انہوں نے اس اصول کا سہارا لیا کہ بعض فوجداری قوانین میں بعض معمولات کو جرم قرار دینے کی غرض سے ان کا صریح ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دیگر تمام معمولات اس سے خارج ہیں' جن کا صراحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا۔ اس اصول کی تائید میں انہوں نے

"Maxwell on the Interpratation of Statutes"

By P.St. J. Lasgan

(بارھواں ایڈیشن صفحہ ۲۹۳) کرافورڈز کی کتاب "Statutory construction" (صفحہ ۳۳۴) کا حوالہ دیا۔ دوسرا اصول جس پر انہوں نے انحصار کیا' یہ ہے کہ یہ آرڈیننس ایک تعزیری قانون ہے اسلئے اس کی تعبیر احتیاط سے کرنی چاہئے اور اسے دیگر قوانین پر سبقت نہیں دینی چاہیے۔ اس غرض کیلئے انہوں نے رحمت اعظم بنام تاج (پی ایل ڈی ۱۹۵۴ لاہور ۵۷۸) مظفر علی خاں' پرنٹر و پبلشر روزنامہ "امروز" بنام گورنر پنجاب (پی ایل ڈی ۱۹۵۸ لاہور ۱۳) خضر حیات و ۵ دیگران بنام کمشنر سرگودھا ڈویژن اور ڈپٹی کمشنر سرگودھا (پی ایل ڈی ۱۹۶۵ لاہور ۳۴۹) قاسو و ۲ دیگران بنام سرکار (پی ایل ڈی ۱۹۹۹ لاہور ۴۸) میسرز ہر جینا اینڈ کمپنی (پاکستان) لمیٹڈ' کراچی بنام کمشنر سیلز ٹیکس سنٹرل' کراچی (۱۹۷۱ ایس سی ایم آر ۴۸) اور محمد علی بنام سٹیٹ بنک آف پاکستان' کراچی و دیگر (۱۹۷۳ ایس سی ایم آر ۱۴۰) پر انحصار کیا۔

فاضل وکیل مسٹر مجیب الرحمن نے یہ دلیل بھی پیش کی کہ لفظ "Oath" (حلف) کو اس کے سیاق و سباق میں لینا چاہیے اور یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کسی لفظ کے معنے اس کے ساتھ آنے والے الفاظ کی مدد سے معلوم کئے جاتے ہیں۔ "اس وسعت کو کوئی ایسی چیز شامل کر کے جس کا ذکر اس میں موجود نہ ہو' پھیلایا نہیں جا سکتا۔ انہوں نے اس کی تشریح کی اور Ejasdem Generis کے اصول (جس سے مراد یہ ہے کہ قوانین کی تشریح کرتے وقت جہاں افراد یا اشیاء کی گنتی میں عام الفاظ آتے ہوں تو خصوصی الفاظ کے ذریعے ان عام الفاظ کا وسیع تر مفہوم مراد نہ لیا جائے) کا اطلاق کر کے قانون کے دائرہ عمل کو اس چیز تک محدود کر دیا ہے جس کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ لفظ "Or" کے بعد جو کچھ مذکور ہے وہ گنتی کرنے والا' وضاحت کرنے والا' صراحت کنندہ اور جامع ہے۔ ان کے استدلال کی رو سے اس واجباتی پوزیشن کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ وہ قادیانی تھے اور کلمہ طیبہ کے بیج لگائے ہوئے تھے' کسی جرم کے مرتکب نہیں ہوئے۔

۲۔ دیوانی اپیل نمبر ۱۴۲، ۱۴۳ میں اپیل کنندگان کی پیروی کرتے ہوئے مسٹر عزیز احمد باجوہ نے اپنے کیس کی تائید میں دلائل کو عبوری آئین کے حکم مجریہ ۱۹۸۱ء کی دفعات تک محدود رکھا تاکہ مس بے نظیر بھٹو بنام وفاق پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی ۱۹۸۸ ایس سی ۴۱۶ و پی ایل ڈی ۱۹۸۸ ایس سی ۳۰۶) کے حوالہ سے یہ ثابت کر سکیں کہ ۱۹۸۴ کے آرڈیننس کے اثرات کو چیلنج کرنے کیلئے بنیادی حقوق کا سہارا نہیں لیا جا سکتا کیونکہ یہ دستور کے آرٹیکل ۲۰ کے خلاف نہیں ہوئے جسے عارضی طور پر معطل کر دیا گیا تھا۔ سپریم کورٹ نے مس عاصمہ جیلانی بنام حکومت پنجاب و دیگر (پی ایل ڈی ۱۹۷۲ ایس سی ۱۳۹) میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا محدود حق تسلیم کرتے ہوئے اسے ایسا قانون بنانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس کے علاوہ یہ دستور کے آرٹیکل ۲۲۷ کی کلاز (۳) کے تحت قادیانیوں کے احوال شخصیہ کے خلاف ہے۔ فاضل وکیل کے مطابق متنازعہ آرڈیننس عداوت و کینہ پر مبنی ہونے کے باعث پاکستان معرفت سیکرٹری کیبنٹ ڈویژن' اسلام آباد و دیگران بنام نواب زادہ محمد عمر خاں (مرحوم) جن کی نمائندگی خواجہ محمد خان آف ہوتی و دیگر نے کی (ایس سی ایم آر ۱۹۹۲ صفحہ ۲۲۵۰) میں عدالت ہذا کے صادر کردہ فیصلہ کے پیش نظر بھی درست قانون نہیں ہے۔

۳۔ وفاقی حکومت کی نمائندگی کرتے ہوئے سید ریاض الحسن گیلانی نے ایک ابتدائی اعتراض کیا جس کی بنیاد وفیڈرل شریعت ... عدالت ہذا کے شریعت اپیلٹ بنچ کے صادر کردہ فیصلوں یعنی مجیب الرحمن و ۳ دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی ۱۹۸۵ ایف ایس سی ۸) اور کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد و ۴ دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان (پی ایل ڈی ۱۹۸۸ ایس سی ۱۶۷) پر تھی۔ ان کے نزدیک متنازعہ آرڈیننس کو اس بناء پر براہ راست وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا گیا تھا کہ یہ اسلامی احکام سے متصادم اور بنیادی حقوق کے منافی ہے۔ شرعی عدالت نے اس موقف کو رد کر دیا البتہ سپریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ نے اپیل کو واپس لینے کی اجازت دیتے ہوئے قرار دیا کہ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ برقرار رہے گا۔ سپریم کورٹ نے مساۃ عزیز بیگم و دیگران بنام وفاق پاکستان و دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۹۰ ایس سی ۸۹۹) نامی مقدمہ میں جو فیصلہ سنایا' اس کے پیش نظر شریعت اپیلٹ بنچ کا فیصلہ برقرار ہے اور سپریم کورٹ اس کا از سر نو جائزہ یا اس پر نظر ثانی نہیں کر سکتی۔ اپیل کنندگان کیلئے واحد راستہ یہ رہ گیا تھا کہ شریعت بنچ جس سوال کا فیصلہ کر چکا تھا اسے از سر نو اٹھانے کی بجائے اس پر نظر ثانی کی درخواست کرے۔

وفاقی حکومت کے فاضل وکیل نے ہماری توجہ سید عبدالواحد کی ایڈٹ کردہ کتاب "Thoughts and Reflections of Iqbal" کی طرف مبذول کرائی تاکہ یہ حقیقت اجاگر کر سکیں کہ توحید اور ختم نبوت اسلام کے دو بنیادی عقیدے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار اس بات کو جائز ٹھہراتا ہے کہ نفی کرنے والے کو اسلامی برادری سے خارج کر دیا جائے۔ اس چیز نے دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ کی کلاز (۳) میں اتفاق رائے سے ہونے والی ترمیم کو جواز فراہم کر دیا۔ اسی اصول پر ۱۹۸۴ء کے متنازعہ آرڈیننس کے ذریعے حفاظتی اقدامات آئینی ترمیم کا قانونی نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ ترمیم باقی ہے تو اس کے نتیجہ میں کئے جانے والے جملہ اقدامات بھی بشمول زیر بحث آرڈیننس کی دفعات قائم و برقرار رہیں گے۔

بحث جاری رکھتے ہوئے فاضل وکیل نے کہا کہ دستور کے آرٹیکل ۲۰ میں استعمال کردہ ترکیب "قانون کے تابع رہتے ہوئے" کا اطلاق اسلامی احکام پر لازماً ہوتا ہے۔ اس آرٹیکل میں درج بنیادی حقوق کی نگرانی اور ان کا احاطہ اسلامی احکام سے کیا جائے گا۔ مذہب کے ان پہلوؤں کی بابت احکام کا دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ (۳) میں صراحتاً ذکر کیا گیا ہے اور انہیں مذکورہ آرٹیکل میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اپیل کنندگان جس حق کا مطالبہ کر رہے ہیں اسے اعلانیہ استعمال کرنے سے کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ ایسا کرنا اسلامی عقیدہ کیلئے ضرر رساں اور تباہ کن ہوگا۔ مزید برآں آرٹیکل ۲۰ میں جس چیز کی ضمانت دی گئی وہ آدمی کے اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر ہے' کسی دوسرے کے مذہب کی تباہی اور اتلاف کی اجازت نہیں۔ اپیل کنندگان اپنے معمولات کے ذریعے جن پر وہ اب بھی عمل پیرا ہیں اور ایسا کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ پاکستان میں بسنے والے دوسرے لوگوں کے مذہب کو خراب کر رہے ہیں اور اسے نقصان پہنچا رہے ہیں' حقیقتاً یہ لوگ اپنے مذہب کی پیروی نہیں کرتے۔ فاضل وکیل کے نزدیک آرٹیکل ۳۱ کے تحت حکومت کا فرض ہے کہ دیگر تمام نظریات کے مقابلہ میں اسلامی نظریہ کے تحفظ اور استحکام کا اہتمام کرے۔

انہوں نے مزید دلیل پیش کی کہ مذہب کے معاملہ میں نظریات کے ٹکراؤ کو روکنے کیلئے ریاستی قوت کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور ریاست ایسے لوگوں کو باز رکھنے کیلئے طاقت سے کام لے سکتی ہے جو اس معاملہ میں ناجائز مداخلت کریں۔ ان معمولات کے بعض حصوں پر' جن سے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہونے کا خدشہ ہو پابندی لگ سکتی ہے۔

وفاقی حکومت کے فاضل وکیل نے آخر میں واضح کیا کہ متنازعہ آرڈیننس سے جو کچھ منشاء ہے وہ اسلامی احکام کے عین مطابق ہے یہ آرڈیننس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق عقیدہ کا اثبات کرتا اور اسے تقویت پہنچاتا ہے۔ یہ نمازوں اور مسجدوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ الفاظ و مذہب سے انحراف کی روک تھام کرتا ہے۔ اور ان لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح ہونے سے بچاتا ہے جو اکثریت میں ہیں۔ یہ سب ایسے قابل تحسین مقاصد ہیں جو اسلامی احکام کی رو سے مسلم ہیں اور اسلامی ریاست کے آئینی احکام

میں انہیں جائز ٹھہرایا گیا ہے۔ اس پس منظر میں آئینی لحاظ سے نیز امن عامہ اور اخلاق نقطۂ نظر سے متنازعہ آرڈیننس کے احکام اپیل کنندگان کے حقوق کے خلاف نہیں ہیں۔ انہوں نے مذکورہ آرڈیننس کے نمایاں خدوخال اور آرٹیکل ۲۰ پر بھی روشنی ڈالی تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ افراد کی طرف سے مذہبی رسوم کی تعمیل اور مذہبی اداروں کا تحفظ دونوں آرٹیکل ۲۰ کے دائرہ اثر میں آتے ہیں' متنازعہ آرڈیننس نے اس تحفظ کو بعض تصریحات اور ترتیب وار شمار کرکے واضح کردیا ہے۔ اس کی صراحت کی ہے اور اسے یقینی بنایا ہے۔

۱۳۔ تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی کرتے ہوئے مسٹر اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے دلیل پیش کی کہ دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ (۳) کی رو سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے اور ان کی طرف سے خود کو مسلمان ظاہر کرنے کی ہر کوشش آئین کے خلاف ہے اور یہی وہ عملی فریب کاری یا تلبیس ہے جس کا تدارک کرنے کی غرض سے ۱۹۸۴ء کا مذکورہ بالا آرڈیننس نافذ کیا گیا۔ آرٹیکل ۲۰ مذہب کی پیروی کا مطلق اور لامحدود حق نہیں دیتا' بلکہ حق کا یہ استعمال دوسرے احکام اور اخلاق عامہ کے تقاضوں کے تابع ہوتا چلا ہے۔ اس پس منظر میں دیکھا جائے تو متنازعہ آرڈیننس اس چیز کو آگے بڑھاتا ہے جس کا اہتمام دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ کی شق (۳) میں کیا گیا ہے اور اکثریت نیز اعلان کردہ اقلیت دونوں کے مذہب کو تسلیم اور ان کا تحفظ کرتا ہے۔ اس سیاق و سباق میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۱۴۴ کے تحت کی گئی کارروائی درست اور قانون کے مطابق تھی۔ علاوہ ازیں زیر دفعہ ۱۴۴ت پ جاری کردہ حکم ایک ہفتہ سے بھی کم عرصہ کی مدت کیلئے تھا اور اس پر انحصار کرکے کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

۱۴۔ زیر غور آئینی درخواستوں کو ترتیب زمانی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو واضح نظر آتا ہے کہ بجز درخواست نمبر۸۹ر۲۰۸۹ (ہمارے زیر غور موجود دیوانی اپیل ۹۲ر ۴۱۲) دیگر تمام مقدمات میں جن کا تعلق ۱۹۸۴ء اور اوائل ۸۵ء میں رونما ہونے والے واقعات سے ہے اس وقت کسی کارروائی کو چیلنج کرنے کیلئے بنیادی حقوق کا سہارا نہیں لیا جاسکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے مقدمہ (دیوانی اپیل نمبر۸۹ر ۴۹) میں متنازعہ آرڈیننس کو چیلنج کرنے کیلئے عبوری دستور کے حکم مجریہ نمبر۱۹۸۱ء کا سہارا لیا گیا۔ بہرحال فوجداری مقدمات میں سزائیں جولائی ۸۶ء میں دی جاچکی تھیں اس وقت بنیادی حقوق پورے طور پر نافذ ہوچکے تھے اور اس امر کے باوجود کہ واقعات کا تعلق ایسے دور سے تھا جب بنیادی حقوق نافذ نہیں تھے۔ ان سے مدد لی جاسکتی تھی۔ بہرصورت ان معاملات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور انہیں ان احکام کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے جو بحال شدہ دستور میں شامل ہیں نیز ان بنیادی حقوق سے مدد لی جانی چاہئے جو آئین میں درج ہیں۔

۱۵۔ جہاں تک دیوانی اپیل نمبر ۹۲ر ۴۱۲ کا تعلق ہے (جو آئینی درخواست نمبر۸۹ر ۲۰۸۹ کے نتیجہ میں دائر کی گئی) یہ بڑی حد تک ایک عبوری معاملہ یعنی مورخہ ۸۹۔۳۔۲۱ کو زیر دفعہ ۱۴۴ ت پ صادر کردہ حکم کے بارے میں ہے جسے مورخہ ۸۹۔۳۔۲۵ تک موثر رہنا تھا۔ اس کے علاوہ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے حکم مجریہ ۸۹۔۳۔۲۵ کو چیلنج کیا گیا ہے جس کے تحت اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ کی ہدایت پر ۸۹۔۳۔۲۱ کے حکم میں تاحکم ثانی توسیع کی گئی تھی۔ ان دونوں احکام اور انہیں چیلنج کرنے کا ذکر سرفراز خورشید احمد و دیگر بنام حکومت پنجاب و دیگر (پی ایل ڈی ۱۹۹۲ لاہور ۱) میں موجود ہے مورخہ ۸۹۔۳۔۲۱ کو جاری کئے گئے حکم کو زیر غور لانے کے بعد اس کے جواز کو بحال رکھا گیا۔ جہاں تک ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے حکم کا تعلق ہے اسے اس توجہ کا مستحق نہیں گردانا گیا جو از روئے قانون اس پر دی جانی چاہئے تھی اسسٹنٹ کمشنر' ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ' ریذیڈنٹ مجسٹریٹ یا ہوم ڈیپارٹمنٹ حکومت پنجاب کو زیر دفعہ ۱۴۴ت پ صادر شدہ حکم میں تاحکم ثانی توسیع کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ حکم کا وہ حصہ جسے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے اسسٹنٹ کمشنر کے ایک حکم کا حوالہ دے کر قلمبند کیا تھا اس لائق تھا کہ اسے قانونی اختیار کے بغیر اور از روئے قانون غیر موثر قرار دے دیا جاتا۔ سماعت کے دوران پیش ہونے والے وکلا میں سے کسی ایک حتیٰ کہ ایڈووکیٹ جنرل نے بھی اس حکم کا دفاع نہیں کیا اسلئے زیر نظر اپیل (دیوانی اپیل ۹۲ر ۴۱۲) اس حد تک منظور کی جاتی ہے اور اخراجات کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا جارہا۔

۱۶۔ اب ان آئینی دفعات کو لیتے ہیں جو زیر غور موضوع سے متعلقہ ہیں دستور کا آرٹیکل ۲۶۰ کی شق (۳) خاص اہمیت کی حامل ہے وہ پوری کی پوری ذیل میں نقل کی جاتی ہے:۔

"۲۶۰۔ تعریفات

(۱)..............

(۲)..............

(۳) دستور اور تمام وضع شدہ قوانین نیز دیگر قانونی دستاویزات میں تاوقتیکہ موضوع یا سیاق و سباق میں کوئی امر اس کے منافی نہ ہو'

(الف) "مسلم" سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اللہ تعالیٰ قادر کی توحید اور وحدت نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قطعی اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو' اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کی حیثیت میں کسی ایسے شخص پر ایمان نہ رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو' جس نے حضرت محمد (صلعم) کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو نبی ہونے کا مدعی ہو' اور

(ب) "غیر مسلم" سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو' اور اس میں عیسائی' ہندو' سکھ' بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی فرد' جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتا ہو یا کوئی بہائی اور شیڈولڈ ذاتوں میں سے کسی ذات سے تعلق رکھنے والا شخص شامل ہے۔"

آرٹیکل ۲۰ بھی جو کہ بنیادی حقوق کا ایک جزو اور خصوصی توجہ کا مستحق ہے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"۲۰ مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی"

قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع رہتے ہوئے۔

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا اور

(ب) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے برقرار رکھنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔"

آرٹیکل ۱۹' ۲۵ جن کا حوالہ آرٹیکل ۲۰ میں شامل بنیادی حق کے مفہوم اور اثر کو تقویت پہنچانے کیلئے دیا گیا ہے۔ اظہار خیال کی آزادی وغیرہ (آرٹیکل ۱۹) اور قانون کی نظر میں شہریوں کی مساوات (آرٹیکل ۲۵) سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۷۔ دستور کے آرٹیکل ۲۔اے کی بنیاد پر جسے دستور کا مستقل جزو بنادیا گیا ہے یہ دلیل دی گئی کہ دستور کی دیگر تمام دفعات کو اس طرح پڑھنا ان کی تعبیر و توضیح کرنا اور اطلاق کرنا چاہئے گویا وہ حتمی طور پر اسلامی احکام کے تابع ہیں اور اسلامی احکام انہیں کنٹرول کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ بنیادی حقوق کی بھی جن کا ان اپیلوں میں سہارا لیا گیا ہے اور دوسرے جو زیر بحث نہیں ہیں' تعبیر و توضیح اس طرح کرنی چاہئے جیسے وہ اسلامی احکام کے تابع ہیں۔ مزید یہ دلیل دی گئی کہ مجیب الرحمن و ۳ دیگر بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی ۱۹۸۵ ایف ایس سی ۸) نامی مقدمہ میں وفاقی شرعی عدالت قرار دے چکی ہے کہ اسلامی احکام ان معمولات کی واضح طور پر ممانعت کرتے ہیں جنہیں مبینہ طور پر اپیل گزاران نے مذہبی رسم یا معمول کے طور پر مناتے ہیں یا ادا کرتے ہیں۔ اس دلیل سے دعویداروں کے بقول یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ متنازعہ فی قانون نہ تو کسی آئینی حکم کے منافی ہے نہ ہی ان بنیادی حقوق کے خلاف ہے جن پر ان مقدمات میں انحصار کیا گیا ہے۔

۱۸۔ آرٹیکل ۲۔اے کے نفاذ پر اور آئین کا مستقل جزو قرار دینے کا جو نتیجہ نکلا' اس پر حاکم خان و تین دیگران بنام حکومت پاکستان معرفت سیکرٹری داخلہ و دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۹۲ ایس سی ۵۹۵) نامی مقدمہ میں بڑے تفصیل سے بحث ہوچکی ہے۔ دستور کی دیگر دفعات پر اس کے اثر اور کنٹرول و نگرانی کرنے والی دفعہ کے طور پر اس کی حیثیت کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر نسیم حسن شاہ (اس وقت چیف جسٹس) نے کہا تھا:

"تعبیر کے اس اصول نے بظاہر ہائیکورٹ کے فیصلہ میں پائے جانے والے اس نقطۂ نظر کو قطعاً متاثر نہیں کیا کہ آرٹیکل ۲۔اے دستور سے بالاتر ہے۔ اگر آرٹیکل اس صحیح مقام و مرتبہ کا حامل ہوتا تو اوپر نقل کردہ شق تقاضا کرتی کہ ایک بالکل نیا دستور مرتب کیا جائے اور اگر آرٹیکل ۲۔اے کا واقعی یہ مفہوم ہوتا کہ آئین میں شامل ہونے کے بعد وہ دستور کی دیگر دفعات کے تابع ہوجائے گی تو موجودہ دستور کے اکثر آرٹیکل اس بنا پر قابل چیلنج ٹھہرتے کہ وہ قرارداد مقاصد کے مندرجات سے مطابقت نہیں رکھتے۔

پس ۱۹۷۳ء کے دستور کو زیادہ کارآمد بنانے کی بجائے آرٹیکل ۲-اے کی ایسی تعبیر کرنا کہ یہ دستور کی چند دفعات کے تابع ہے اس کی جڑ کاٹنے کے مترادف ہے جو انجام کار اس کی تباہی کی راہ ہموار کرے گی یا کم از کم اسے موجودہ شکل میں برقرار رکھنے کا سبب بنے گی۔ میری ناچیز رائے کے مطابق قرارداد مقاصد کا کردار آرٹیکل ۲-اے کو آئین کا مستقل حصہ بنانے کے باوجود بنیادی طور پر اس کردار میں نہیں ڈھالا گیا جو ابتداء میں اس کیلئے رکھا گیا تھا یعنی یہ کہ اسے وہ دستور وضع کرنے والوں کیلئے مشعل راہ کا کام دے گی اور دستور کی ایسی دفعات وضع کرنے میں ان کی راہنمائی کرے گی جو دستور میں درج تصورات اور مقاصد کی مظہر ہوں بدلے ہوئے سیاق و سباق میں اس سے عملاً یہی مفہوم نکلتا ہے کہ دستور کی متنازعہ دفعات میں اسی طریقے سے ترمیم کر کے اس کی تصحیح کی جائے گی جیسا کہ خود دستور میں ترمیم کا طریق کار درج ہے۔"

جہاں تک جسٹس شفیع الرحمن کا تعلق ہے انہوں نے اس بارے میں ذیل کی رائے ظاہر کی تھی:

"آرٹیکل ۲-اے کے احکام کا ہرگز منشاء نہیں تھا کہ وہ کسی مرحلے پر نافذ بالذات (جسے نافذ کرنے کیلئے کسی قانون سازی کی ضرورت نہ ہو) ہوں گے یا انہیں مخالفت یا تخالف کے ٹیسٹ کیلئے استعمال کیا جائے گا۔ یہ چیز عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر تھی کہ دستور کی کسی دوسری دفعہ کو کالعدم قرار دینے کیلئے آرٹیکل ۲-اے کا سہارا لے کر مخالفت و تضاد کے ٹیسٹ کا اطلاق کرتی۔"

۱۹۔ ایک اور ابتدائی قانونی دلیل جو اپیل کنندگان نے دعویٰ کی مخالفت میں پیش کی یہ تھی کہ بنیادی حق ۲۰ قانون کے تابع رہتے ہوئے بجائے خود حاصل ہو جاتا ہے اور ۱۹۸۴ء کا آرڈیننس آرٹیکل ۲۰ کی اغراض کیلئے قانون ہونے کی شرائط پوری کرتا ہے (متعلقہ قانون ہے) اسلئے اس کی متنازعہ دفعات آرٹیکل ۲-اے کے احکام کے ساتھ بظاہر بڑے اختلاف کے باوجود موثر ہیں۔ اس دلیل پر یا اسی طرح کی دلیل پر سپریم کورٹ نے بہت پہلے یعنی جنوری ۱۹۵۷ء میں

Jibendra kishore Achharyya chowdhry and
58 Others Vs. The Province of East Pakistan
and Secretary, Finance and Revenue (Revenue)
Department, Govt of East Pakistan (PLD 1957 SC.9)

نامی مقدمہ میں بڑی شرح و بسط سے غور کر کے ذیل کی رائے ظاہر کی تھی۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ایکٹ کے یہ انتہاپسندانہ احکام مذہبی اداروں کی جڑوں پر ضرب لگاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کیا یہ احکام اپنا اثر رکھتے ہوئے اس بنیادی حق میں رکاوٹ بنتے ہیں جس کی ضمانت دستور کے آرٹیکل ۱۸ میں دی گئی ہے؟ ایڈووکیٹ نے مسٹر بروہی کے اس جرات مندانہ اور دو ٹوک اعلان کو درست قرار دیا کہ یہ آرٹیکل ۱۸ میں جن حقوق کا حوالہ دیا گیا ہے وہ "قانون کے تابع" ہیں اسلئے انہیں بذریعہ قانون واپس لیا جا سکتا ہے۔ اسی دعویٰ کو ہمارے سامنے دہرایا گیا ہے لیکن اسے مسترد کرنے میں مجھے ذرہ بھر تامل نہیں۔ بنیادی حق کا تصور ہی یہ ہے کہ اس کی ضمانت دستور میں دی جاتی ہے اسلئے اسے کسی قانون کے ذریعے چھینا نہیں جا سکتا۔ اور یہ بات یہ صرف ٹیکنیکل لحاظ سے اصول فن کے خلاف ہے بلکہ یہ کہنا دستور وضع کرنے والوں کی طرف سے شہریوں کے ساتھ روا رکھا گیا بہت بڑا فریب ہو گا کہ فلاں حق بنیادی تو ہے تاہم اسے قانون کے ذریعے واپس لیا جا سکتا ہے۔ میں قانون وضع کرنے والوں کے ساتھ ایسی کوئی نیت منسوب کرنے سے قاصر ہوں۔ مسلمانان پاکستان کی زندگی ۔ قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کی تگ و دو میں وہ ممکنہ طور پر مجلس قانون ساز کو یہ 'اختیار دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے کہ وہ مسلمانوں سے اپنے مذہب کی پیروی 'اس پر عمل ۔ ' اس کی تبلیغ کرنے نیز دینی اداروں کے قیام 'دیکھ بھال اور انتظام و انصرام کا حق چھین لے۔ جبکہ انہوں نے ایک آزاد' معتدل اور جمہوری معاشرہ کے مثالی تصور کے تحت ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو ایسے ہی حق سے محروم نہیں کیا۔ اگر مسٹر بروہی کی دلیل ٹھوس اور مضبوط ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے اور انہوں نے اعتراف کیا کہ واقعی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آج پارلیمنٹ اس پوزیشن میں ہے کہ شہریوں کی طرف سے اسلام کی پیروی پر پابندی لگا دے کیونکہ آرٹیکل کے تحت مذہب کی پیروی اس پر عمل اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق اسی طرح قانون کے تابع ہے جیسے مذہبی ادارے قائم کرنے 'ان کی دیکھ بھال اور انتظام کرنے کا حق۔ میں زیر بحث آرٹیکل سے ایسا ضابطہ پر مبنی 'قطعی' اور تنگ و محدود مفہوم مراد لینے سے انکار کرتا ہوں کیونکہ میرے خیال میں کسی قانون کی تعبیر کا بنیادی اصول یہ ہے کہ دستور کی تعبیر فراخدلی سے شہری کے حق میں کرنی چاہئے 'خصوصاً ان احکام کے سلسلے میں جو ضمیر اور مذہب کی آزادی کے تحفظ سے تعلق رکھتے ہوں۔ استعمال کردہ زبان کی مطابقت میں دستوری ہدایت کی تعبیر قانون کے مقابلہ میں اور بھی زیادہ وسیع اور فراخدلانہ کرنی چاہئے کیونکہ اول الذکر صورت میں جس اختیار پر بحث کی گئی ہو فطری اور لامحدود ہے اور آخر الذکر صورت میں وہ محدود ہے اور آئینی حقوق کو محض مکارانہ زبانی تنقید کے بل پر اس دستاویز اور اصولوں کی بنیادی غرض و غایت کو پیش نظر رکھے بغیر جس پر اس کی اساس ہو 'سلب کرنے یا ان سے پہلو تہی کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ اگر اس کی زبان صاف و سادہ نہ ہو یا اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہو تو فرض کر لینا چاہئے کہ وہ دفعہ انصاف و حرمت کے مسلمہ اصولوں کے مطابق بنانے کی نیت تھی۔ چنانچہ مشکوک صورتوں میں اس خاص تعبیر کو ترجیح دینی چاہئے جو ان اصولوں کی خلاف ورزی نہ کرتی ہو۔ آئینی دستاویزات کی تعبیر و توضیح کے ان قواعد کی روشنی میں مجھے ایسا لگتا ہے کہ آرٹیکل ۱۸ کا مفہوم و منشاء یہ ہے کہ ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے اس پر عمل پیرا ہونے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہے اور ہر مذہبی گروہ کے فرقے کی اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے اور اس کی دیکھ بھال کرنے اور انتظام کرنے کا حق ہے البتہ قانون اس طریق کار کا تعین کر سکتا ہے کہ مذہب کی پیروی' اس پر عمل اور اس کی تبلیغ کیسے کی جائے گی اور مذہبی ادارے کس طرح قائم کئے جائیں گے ان کی دیکھ بھال کیسے کی جائے گی اور انتظام کیسے چلایا جائے گا۔ الفاظ "مذہبی اداروں کا قیام قانون کے تابع ہو گا۔" کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا نہ ہی یہ ہے کہ ایسے اداروں کو قانون کی مدد سے یکسر ختم کیا جا سکتا ہے۔"

۲۰۔ ۱۹۸۴ء کا امتناع قادیانیت آرڈیننس' جس کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ صدر نے ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو نافذ کیا تھا۔ اس آرڈیننس کو وضع اور نافذ کرنے میں اس وقت کے صدر کو بنیادی حقوق یا دوسری دفعات کے باعث کسی آئینی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس کی اپنی مرضی سب سے بالا (سپریم) تھی۔ اس کارروائی میں پورے آرڈیننس کو چیلنج ہی کا ہدف نہیں بنایا گیا۔ جن اجزاء کو توجہ کا مرکز بنایا گیا اور قابل چیلنج سمجھا گیا' وہ دفعہ ۳ سے تعلق رکھتے ہیں جس کے ذریعے مجموعہ تعزیرات پاکستان میں نئی دفعات ۲۹۸۔بی اور ۲۹۸۔سی کا اضافہ کیا گیا ہے جنہیں یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"۲۹۸۔ب۔ القاب' حرکات اور خطاب وغیرہ کا غلط استعمال

(۱) قادیانی یا لاہوری جماعت کا کوئی فرد (جو خود کو احمدی یا کسی دیگر نام سے موسوم کرتے ہیں) جو زبانی یا تحریری الفاظ کے ذریعے یا بیان کے ذریعے:

(الف) کسی شخص کو ماسوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے بطور امیر المومنین' خلیفۃ المومنین یا خلیفۃ المسلمین صحابی یا رضی اللہ عنہ کہہ کر حوالہ دے گا یا خطاب کرے گا'

(ب) رسول اکرمؐ کی زوجہ محترمہ کے علاوہ کسی عورت کا بطور ام المومنین حوالہ دے گا یا خطاب کرے گا'

(ج) رسول اکرمؐ کے کنبے کے رکن کے علاوہ کسی شخص کا اہل بیت کے طور پر حوالہ دے یا خطاب کرے یا

(د) اپنی عبادت گاہ کا بطور مسجد حوالہ دے نام لے یا پکارے تو اسے دونوں اقسام میں سے کسی ایک قسم کی اتنی مدت کیلئے سزائے قید دی جائے گی' جس کی میعاد تین برس تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہو گا۔

(۲) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو احمدی یا کسی دیگر نام سے موسوم کرتے ہیں) زبانی یا تحریری الفاظ کے ذریعے یا ظاہری حرکات سے اپنے عقیدہ میں کے مطابق عبادت کی غرض سے بلانے کیلئے کسی طریقہ یا شکل کو بطور اذان کے حوالہ دے یا اسی طرح اذان دے جیسے مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کیلئے دی جائے گی جس کی میعاد تین برس تک ہو سکتی ہے۔ نیز وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہو گا۔

۲۹۸۔سی قادیانی گروپ کے لوگوں کا خود کو مسلمان کہلانا یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ و اشاعت کرنا

قادیانی یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے عقیدہ کا بطور اسلام حوالے دے یا موسوم کرے یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ و اشاعت کرے یا دوسرے لوگوں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے الفاظ کے ذریعے خواہ وہ زبانی ہوں یا تحریری' یا ظاہری حرکات سے یا کسی اور طریقہ سے خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو' مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کیلئے دی جائے گی جس کی میعاد تین برس تک ہو سکتی ہے' نیز وہ سزائے جرمانہ کا مستوجب بھی ہو گا۔"

دفعہ ۲۹۸۔ سی کو تو ذکر شقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے تاکہ اس کا اثر' جائزہ اور جانچ پڑتال آسان تر ہو جائے۔

۲۱۔ زیر نظر آرڈیننس کی دفعہ ۲ میں کہا گیا ہے کہ "اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے حکم یا فیصلہ کے باوجود موثر ہونگے۔" اس دفعہ کا پس منظر اور حوالہ عبدالرحمن مبشرو تین دیگران بنام سید امیر علی شاہ بخاری و چار دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۷۸ لاہور ۱۱۳) نامی مقدمہ سے وابستہ ہے جس میں قادیانی یا احمدی مذہب کے احکام کا بڑی تفصیل سے جائزہ لیا گیا تھا تاکہ اس بات کا یقین کیا جا سکے کہ دوسروں کو اس بارے میں کیا حقوق حاصل ہیں کہ وہ احمدیوں کو ان کے حقوق سے باز رکھ سکیں' روک سکیں اور منع کر سکیں۔ تاہم کیونکہ آرڈیننس ان پر سبقت لے گیا اور اس کا ٹیسٹ بنیادی حق یعنی آئینی دفعہ سے لیا جا سکتا ہے کسی دیوانی حق سے نہیں جو اس مقدمہ میں متنازعہ فی معاملہ تھا۔ باریں ہمہ یہ ضرور عرض کرونگا کہ اپنے موضوع پر یہ ایک بہت ہی جامع اور بصیرت افروز فیصلہ ہے۔

۲۲۔ اپیل کنندگان کے فاضل وکیل نے آرڈیننس کی رو سے مجموعہ تعزیرات پاکستان میں شامل کی گئی دفعہ ۲۹۸۔ ب کی ذیلی دفعہ (۲) اور شق (ڈی) پر اعتراض کیا ہے۔ جس کا تعلق احمدیوں کی طرف سے ان کی عبادت گاہ کا نام "مسجد" رکھنے اور "اذان" دینے سے ہے۔ تاریخی لحاظ سے لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ میں اسے احمدیوں کے عقیدہ یا عمل کے طور پر پیش کیا گیا ہے' جس کا آغاز حالیہ برسوں میں نہیں ہوا۔ نہ ہی اس عمل کو غیر احمدیوں کے احساسات و جذبات کو مشتعل کرنے کی نیت سے اختیار کیا گیا ہے۔ یہ ان کے عقیدہ کا ایک لازمی جزو ہے جس کا مقصد ان دونوں چیزوں کے استعمال پر لگائی گئی پابندی پر حملہ کرنا نہیں عائد کردہ پابندی کے مطابق ان دونوں باتوں کو قابل گرفت قرار دیا گیا ہے۔ جس پر ۳ برس تک قید اور جرمانہ کی سزا ہو سکتی ہے جو کہ مذہب کی پیروی کرنے اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے بنیادی حق کی خلاف ورزی کے مترادف ہے اور احمدیوں کی حد تک اس سے قانون کی نظر میں شہریوں کی مساوات سے بنیادی حق سے بھی متصادم ہے کیونکہ ان کے علاوہ کسی دوسری اقلیت پر ایسی پابندیاں نہیں لگائی گئیں۔ "اذان" دینے یا عبادت گاہ کا نام "مسجد" رکھنے کو ازروئے قانون جرم قرار نہیں دیا گیا بلکہ قادیانیوں کی طرف سے ان افعال کے ارتکاب کو قابل اعتراض ٹھہرایا گیا ہے۔

۲۳۔ انہوں نے مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸۔ سی کی شق (الف) پر زبردست گرفت کرتے ہوئے کہا کہ لفظ "Posing" (ظاہر کرنا' پیش کرنا) نفرت انگیز طور پر مبہم اور غیر واضح ہے اور عدالت کی طرف سے نفاذ کے لائق نہیں۔ ہمیں ان کی دلیل سے اتفاق نہیں کیونکہ قانون کی زبان میں پہلے سے

"Fraud" "Misrepresentation" "Deception" اور "Cheating" جیسے الفاظ موجود ہیں جو وسیع اور غیر متعین مفہوم رکھتے ہیں اور "Posing" کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اپنے پس منظر میں یہ آئینی فیصلہ رکھتے ہوئے کہ قانون و آئین کی اغراض کیلئے احمدی غیر مسلم شمار ہونگے وہ خود کو مسلمان ظاہر نہیں کر سکتے۔ یہ دفعہ محولہ بالا آئینی فیصلہ کو آگے بڑھانے کیلئے رکھی گئی ہے' اس کی تنقیص کرنے یا قدر گھٹانے کیلئے نہیں۔ پس اگر کوئی احمدی یا قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے یا اعلانیہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ (۳) کے آئینی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس فعل کو دستور اور بنیادی حقوق کے فریم ورک کے اندر یقیناً جرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس دلیل کا اطلاق تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸۔ سی کی شق (ب) پر اسی طرح ہوتا ہے۔

۲۴۔ جہاں تک دفعہ ۲۹۸۔ سی کی شق (ای) کا تعلق ہے اس کی رو سے کسی خاص گروہ یا عام لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا قابل تعزیر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ مذہبی آزادی یا آزادی تقریر کے بنیادی حق کے منافی نہیں ہے۔ کسی شخص کو یہ بنیادی حق حاصل نہیں نہ ہی ایسا حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مذہب یا عقیدہ کی تبلیغ کرتے وقت دوسروں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرے' پس دفعہ ۲۹۸۔ سی ت پ کی شق (الف) (ب) و (د) دستور کے آرٹیکل ۱۹' ۲۰ اور ۲۶۰ (۳) میں شامل احکام کے عین مطابق ہیں۔

۲۵۔ اس استدلال کی بنیاد پر مجموعہ دستور کے ان متعلقہ آرٹیکلز کی تشریح و توضیح کرتے وقت اختیار کیا گیا ہے دفعہ ۲۹۸۔ سی ت پ کی شق ہائے (ج)' (د) جیسا کہ انہیں پیچھے نقل کیا گیا' جداگانہ حیثیت میں یا دونوں مل کر اس حد تک مذہبی آزادی' آزادی تقریر اور قانون کی نظر میں برابری کے حق کے منافی ہو گی کہ وہ صرف احمدیوں اور قادیانیوں کو تحریری یا زبانی الفاظ یا نظر آنے والی حرکات کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر کرنے سے روکتی ہیں۔ کسی کو اپنے عقیدہ کی دعوت دینا جبکہ اس کے ساتھ کوئی قابل اعتراض فعل وابستہ نہ ہو' لائق مذمت نہیں ہو سکتا' بہرحال اگر شق (ج)' (د) میں مذکورہ افعال کے ساتھ شق (د) میں درج فعل کا ارتکاب کیا جائے یا اس سے شق (الف)' (ب) کا نتیجہ حاصل ہو تو وہ فعل ان متعلقہ شقوں کے تحت قابل تعزیر ہو گا۔ شق (ج) اور (د) کے تحت نہیں۔ دفعہ ۲۹۸۔ سی ت پ کی شق ہائے (ج)' (د) اس حد تک دستور سے ماورا' سمجھی جائیگی۔

۲۶۔ جہاں تک فوجداری اپیل ہائے نمبر ۳۱۔ کے تا نمبر ۳۵۔ کے سے پیدا ہونے والی پانچ اپیلوں کا تعلق ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے تین کی ابتدا نذیر احمد تونسوی کے استغاثہ سے ہوئی جس کا تعلق براہ راست تحریک ختم نبوت سے ہے جس نے اس امر کی شکایت کی کہ بعض افراد اپنی چھاتی پر کلمہ طیبہ کے بیج لگا کر بازار میں گھوم رہے تھے۔ ان کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ قادیانی تھے۔ لیکن جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے خود کو مسلمان ظاہر کیا۔ ان کی طرف سے کلمہ طیبہ کے بیج لگانے کا فعل خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے مترادف سمجھا گیا۔ یہ اثبات جرم ناقص ہے کیونکہ ان مباحث اور اخذ کردہ نتائج کی روشنی میں جو پہلے ہی قلمبند کئے جا چکے ہیں۔ کسی احمدی کا ایسا بیج لگانا' جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہو' نہ تو مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرنے کے مترادف ہے' نہ ہی خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے برابر۔ یہ تسلیم کیا گیا اور عام طور سے معلوم ہے کہ مسلمان لوگ اپنا مذہب ثابت کرنے کیلئے کلمہ طیبہ والے بیج نہیں لگاتے ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جنہیں آئینی لحاظ سے غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔ اسلئے موجودہ صورتحال میں غیر مسلموں کا کلمہ طیبہ والے بیج لگانا خود کو مسلمان ظاہر کرنے یا مسلمان کے طور پر پیش کرنے کے مترادف نہیں۔

۲۷۔ جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ سوال کرنے اور پوچھنے پر انہوں نے خود کو مسلمان بتایا' جبکہ حقیقتاً وہ قادیانی تھے' وہ بھی قانون کی نظر میں جرم نہیں ہے۔ ظاہر کرنے میں اپنی مرضی سے پیش کرنا شامل ہوتا ہے۔ کسی سوال کا جواب دیتے وقت آدمی اپنی مرضی سے جواب نہیں دے رہا ہوتا' بلکہ جیسا کہ ان مقدمات کے حالات سے ظاہر ہو گا دھمکی یا دباؤ کے تحت ایسا کرتا ہے۔

**باقی آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں**

## بقیہ۔ قادیانیت کٹہرے میں

پیش کریں گے اور اپنے لہو کا تحفہ بھی پیش کریں گے۔ خدا سے دعا ہے کہ اس فہرست عشاق میں کہیں آپ کا نام بھی درج ہو' کہیں اس عاجز کا نام بھی درج ہو۔ یہی وہ نعمت ہے جو جھولی پھیلا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے طلب کی جا سکتی ہے۔

ان تمام عدالتی فیصلہ جات کو پڑھ کر قادیانی صاحبان بھی سوچیں کہ انہیں اب بھی مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے میں شک ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مرزا قادیانی جیسا جھوٹا کذاب شخص دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ جس نے بیک وقت کئی قسم کے دعاوی کرکے اپنے آپ کو اسلامی دنیا کے سامنے ذلیل و رسوا ثابت کیا۔ مرزا قادیانی کی ہیضہ کی موت کے بعد اس کی ذریت کو کیسی کیسی ذلت و رسوائیاں ملیں۔ اس کا اندازہ تو صرف مرزائیوں کو ہے کہ ستمبر ۱۹۷۴ء کو غیر مسلم اقلیت' ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کا جاری ہونا اور ۱۹۸۴ء ہی میں مرزا طاہر کا ربوہ سے لندن فرار ہونا' ربوہ کی مرکزیت ختم ہونا ذلت و

رسوائیوں کی نشانیاں نہیں تو اور کیا ہے۔ بقول شاعر۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اب بھی اگر قادیانی رائل فیملی کے گورکھ دھندوں کو نہ سمجھ سکیں تو بقول قرآن مجید۔ **ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ۔** آنکھوں' کانوں اور دلوں پر گمراہی کی مہریں لگ چکی ہیں ان پر حق کی بات اثر نہیں کرتی۔

۔ جھوٹ ہیں' باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی
بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی
آپ کے دعووں کو باطل کردیا حق نے تمام
اب بھی تائب ہو اسی میں ہے بھلائی آپ کی

## بقیہ۔ آذربائیجان کا واقعہ

لمحہ آگیا جو زندگی میں انقلاب پیدا کردیتا ہے۔

ان سے برداشت نہ ہوسکا۔ اسلامی غیرت اور دینی حمیت جاگ اٹھی اور ان کی مشہور زمانہ بزدلی پر غالب آگئی۔ غیر شعوری طور پر ایک بڑا پتھر اٹھایا اور ان میں سے ایک کو نشانہ بنایا نشانہ نے خطا نہیں کیا اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا دوسرا پتھر اٹھایا اور دوسرے کو نشانہ بنایا وہ بھی گرا۔

اتنے میں آس پاس کے لوگ اور کچھ فاصلوں پر کھڑے پولیس والے بھی پہنچ گئے اور انہوں نے ان بھاگنے والوں کو گھیر لیا اور ان کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان سے وہ نقدی جو انہوں نے لوٹی تھی۔ ان کو واپس دلائی گئی اور ان ٹھگوں کو جیل بھیج دیا گیا۔

پس ہمارے اس غیور اور باحمیت دوست نے قرآن کریم اٹھایا اور اس پر جو گرد و غبار اور مٹی لگ گئی تھی اسے صاف کیا اور اس کو بوسہ دیا۔ ان کو ان کی کھوئی ہوئی متاع' مال' قرآن کریم جو ان کو بہت محبوب تھا اور جس کے لئے انہوں نے یہ اقدام کیا واپس مل گیا۔ اس کے ساتھ انہیں شجاعت و غیرت کا چھپا ہوا جوہر بھی واپس مل گیا جو ساری زندگی ان سے چھنا ہوا تھا۔

اس اسلامی غیرت اور دینی حمیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایسا شخص جو ایک بزدل شخص مشہور تھا اس ایک واقعہ نے اس کے اندر بہادری کے جوہر کھول دیئے اور بزدلی کے دروازے بند کردیئے اب وہ ایک جری' بلند ہمت انسان بن گئے اور انہوں نے اس کے بعد شجاعت کی زندگی کا بقیہ حصہ گزارا۔

اسلامی غیرت اور دینی حمیت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے آگے پہاڑ بھی چٹیل میدان معلوم دیتا ہے' اور مضبوط سے مضبوط چیز اس کے سامنے نہیں آپاتی۔

## بقیہ۔ اسلام سے عداوت

جہاں تعلیمی اور تربیتی نظام استعماری نہج پر قائم ہے اور جہاں کے تعلیمی اور تربیتی امور کا نظام ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جن کے ذہن و فکر استعماری فکروں سے مسموم اور زہر آلود ہوچکے ہیں۔ امریکی' برطانوی اور فرانسیسی حکومتوں نے اب ان تمام ملکوں میں اسلام کے خلاف متضاد اور مخالف علمی فضا پیدا کردی ہے۔ جو سیاسی لحاظ سے ان کے زیر اثر ہیں اور یہی وہ مخالف علمی فضا ہے جو اسلام دشمن عقلوں کو پروان چڑھاتی ہے اور یہی اطلاعاتی و تعلیمی اسلام مخالف فضا علماء و محققین اور تعلیم یافتہ طبقوں کے لئے اسلامی دعوت و ارشاد اور اسلامی نظام حکومت کے نفاذ و تطبیق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لئے کہ جن کے ہاتھوں میں حکومت کا نظام ہے وہ تمام کے تمام اسلامی ملکوں میں بھی انہیں گمراہ لوگوں کی تحریروں پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس طرح علماء اور داعیوں کے سلسلے میں ان کے ذہن میں شکوک و شبہات قائم رہتے ہیں اور ان علماء و مبلغین کی دعوتی کوششوں میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور ان کو اور ان کی سرگرمیوں کو اسلامی نظام و ثقافت کے لئے خطرہ سمجھنے لگتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ادباء و مفکرین انسانیت کے دشمن اور زمین کے فسادی ہیں اور یہ اس بات کے مستحق ہیں کہ علمی میدان میں ان کے خلاف علمی انداز کی جدوجہد کی جائے اور ان کی کھوکھلی بنیادوں اور مسموم ذہنوں کا پول کھولا جائے۔ اب مسلمانوں کے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ وہ عصری نہج پر ایک موزوں اسلامی مکتبہ فکر قائم کریں جو سامراجی مکتب فکر کی جگہ لے سکے۔ اس کے بغیر عالم اسلام کے موجودہ حالات میں کسی طرح کی تبدیلی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

## بقیہ۔ مولانا احسان احمد شجاع آبادیؒ

میں ایک آزاد ملک کے ایک آزاد شہری کی حیثیت سے خطاب کرنے آیا ہوں۔ پہلے بغاوت میرا فرض تھا' اب حکومت کی حفاظت میرا فرض ہے۔ مجھے گندگی سے گھن ہے جگہ سے نہیں' مرض سے نفرت ہے مریض سے نہیں' مجھے ان برتنوں کو دھونا ہے توڑنا نہیں۔ خدا کا لاکھ شکر ہے کہ انگریز گیا' بیگانوں کی جگہ اپنے آئے' بت کی جگہ ستارا آیا' یونین جیک کی جگہ ہلال آیا اور دعا کرو کہ تعزیرات ہند کی جگہ اللہ کا قرآن آجائے۔

طرز جمہوری' نہ شان کجکلاہی چاہئے
جس کے بندے ہیں' اسی کی بادشاہی چاہئے

حضرت قاضی صاحبؒ کو سرور کائنات' فخر موجودات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے جنون کی حد تک والہانہ عشق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آتے ہی آپؒ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا' قلب پر رقت طاری ہوجاتی اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہوجاتی تھی۔ دوران تقریر درود شریف نہ صرف باآواز بلند خود پڑھتے بلکہ سارے مجمع کو بھی یک زبان ہوکر پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔ آپؒ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے تمام پیروکاروں کو ملت اسلامیہ کے لئے ناسور قرار دیتے تھے۔ قاضی صاحبؒ عمر بھر امت مسلمہ اور مسلمانان پاکستان کو قادیانی فتنے کی دین محمدیؐ کے خلاف ظاہری و باطنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے باخبر کرتے رہتے تھے۔ ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا کہ شاید آپ پوچھیں کہ اس وقت آپ مذہبی فرقوں کا جھگڑا کیوں لے بیٹھے؟ میرے دوستو! مرزائی ہم سے جدا ہیں۔ وہ ہمارا مذہبی فرقہ نہیں' ایک سیاسی گروپ ہے۔ ایک شخص کے دو بیٹے تو ہوسکتے ہیں' لیکن ایک بیٹے کے دو باپ نہیں ہوسکتے۔ ایک خاوند کی دو بیویاں تو ہوسکتی ہیں لیکن ایک بیوی کے دو خاوند نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح ایک نبی کے پیروکاروں کے دو فرقے تو ہوسکتے ہیں لیکن ایک مذہبی فرقے کے دو نبی نہیں ہوسکتے۔ مرزائی گروہ فرنگی سامراج کا کاشت کردہ ایک سیاسی فتنہ ہے۔ درحقیقت مرزائیت کا اسلام' مذہب' دین' خدا اور رسولؐ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس گروہ کو انگریز نے محض اپنی خدمت گزاری کے لئے جنم دیا ہے۔ قابل صد تحسین ہے وہ شخص جس نے قاضی صاحبؒ کی شخصی زندگی کا کس قدر خوبصورت انداز میں تجزیہ کیا ہے۔ وہ حق گو تھے' راست باز تھے' صداقت پسند اور معتدل مزاج تھے۔ محبت ان کا شیوہ تھا' خلوص ان کی عادت تھی' دین کے شیدائی تھے اور اسلام کے جاں نثار' ملک کے وفادار' جس بات کو حق سمجھتے تو اس پر ڈٹ جاتے پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو اپنے موقف سے نہیں ہٹا سکتی تھی' گونجتے تو سرکش ایوانوں کو متزلزل کردیتے' ان کی للکار سے بدعت اور کفر کے در و بام ہل جاتے تھے۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ایسی انجمن جس میں دوستی کی خوشبو' خلوص کی مہک اور وفا کی چمک تھی۔ قاضی صاحبؒ توحید و رسالت کے پروانے اور ختم نبوتؐ کے دیوانے تھے۔ ان کی ذات سے خدا اور رسولؐ کا ذکر زندہ تھا۔ ان سے دین اور دین کی قدریں زندہ تھیں اور ان سے اسوۂ حسنہ کی تابندگی قائم تھی۔ قاضی صاحبؒ زندگی کے آخری سانس تک دین کی حقانیت اور ناموس ختم نبوتؐ کی حفاظت کا پرچم سربلند کئے رہے۔ آج اگرچہ وہ منوں مٹی کے نیچے ابدی نیند سو رہے ہیں مگر ان کا نام تاریخ کی پیشانی پر درخشندہ و تابندہ ستارے کی طرح پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا دمکتا رہے گا۔ قاضی صاحبؒ ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

## بقیہ۔ معجزات نبویؐ

آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلے ہوئے ہاتھ پر اپنا دست مبارک پھیرا اور پھر لعاب دہن لگا کر دعا کی وہ اسی وقت اچھا ہوگیا۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت علیؓ کا آشوب چشم بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دم کرنے اور لعاب دہن لگانے سے اچھا ہوا تھا۔

ایک عورت اپنا گونگا بچہ لے کر حجتہ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر ہاتھ دھوئے، کلی کی اور وہ پانی اسے دے کر فرمایا کہ کچھ اس بچے کو پلادو اور کچھ اس پر چھڑک دو۔ اس روایت کی راوی صحابیہ حضرت ام جندبؓ فرماتی ہیں کہ اگلے سال اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ بچہ اب بالکل تندرست تھا۔(سنن ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکیس کھجوریں لایا۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان میں برکت دے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو ہاتھ میں لے کر ان میں برکت کے لئے دعا کی۔ پھر مجھے دیں اور توشہ دان میں رکھنے کے لئے فرمایا اور فرمایا کہ جب کھجوریں لینا چاہو توشہ دان میں ہاتھ ڈال کر نکال لو۔ لیکن توشہ دان کو جھاڑنا مت۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بابرکت معجزہ ہے کہ ابوہریرہؓ کے توشہ دان کی کھجوریں ختم نہ ہوتی تھیں۔ سب ان کو کھاتے تھے۔ لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دن شور اور ہنگامے میں توشہ دان کہیں گر پڑا اور جاتا رہا۔ ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ لوگوں کو ایک غم ہے حضرت عثمانؓ کی شہادت کا اور مجھے دو غم ہیں ایک حضرت عثمانؓ کا دوسرا تھیلی کا۔(ترمذی شریف)

صحیح بخاری، صحیح مسلم میں ہے، واقعہ یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کی گئی تو شروع شروع میں کوئی منبر نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت ایک کھجور کے خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔ تمیم داری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کہا قوم نجار سے جو ایک انصاریہ کے غلام تھے۔ منبر تیار کروایا وہ تین زینہ کا تھا یعنی دو زینے اور تیسرے نشست کی جگہ۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب پہلی دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ شروع فرمایا اور کھجور کا تنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹیک لگانے کی عزت سے محروم رہ گیا۔ تب اس سے آواز گریہ آنی شروع ہوئی۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ بچوں کی طرح چلایا اور جابر بن عبداللہؓ کی روایت میں ہے کہ دس ماہ حاملہ اونٹنی کی سی آواز ہم نے اس کی سنی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے۔ اس پر دست شفقت رکھا تو وہ چپ ہوگیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منبر کے متصل دفن کرادیا۔

## کافروں کی نعشوں کی جگہوں کا تعین

میدان بدر میں لڑائی سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ رکھ رکھ کر وہ جگہیں بتادیں، جہاں کافروں کی نعشیں گرنا تھیں اور ہر ایک کافر کا نام لے لے کر بتایا کہ اس جگہ فلاں یعنی ابوجہل کی نعش ہوگی، اس جگہ فلاں کی نعش ہوگی۔ اس جگہ فلاں مر کر گرا پڑا ہوگا۔ غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے ستر جگہوں کا تعین فرمایا۔ جنگ کے خاتمے پر بالکل ان ہی جگہوں پر ستر کافروں کی نعشیں پڑی تھیں، جہاں جس کا نام لے کر لکیر کھینچی اس لکیر کے بالکل اوپر نعش پائی گئی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ۔ "نہ تجاوز کیا کسی نے ان میں سے، اس جگہ سے کہ ہاتھ رکھا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔"

ہجرت سے پہلے مکہ میں قحط پڑا تو مسلمانوں نے نہیں، کافروں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ دعا کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو پانی برسا۔ اس منظر کو دیکھ کر ابوطالب نے یہ شعر کہا کہ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) گورے رنگ والا ہے اس کے چہرے کے وسیلے سے ابرباراں کی سیرابی مانگی جاتی ہے۔ یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کا بچاؤ ہے۔

## بقیہ۔درس قرآن

لوگ ہیں سچے۔ سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرمادیجئے کہ کیا خدا تعالیٰ کو اپنے دین قبول کرنے کی خبر دیتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کو تو سب آسمان و زمین کی سب چیزوں کی پوری خبر ہے اور علاوہ آسمان اور زمین کے اللہ اور بھی سب چیزوں کو جانتا ہے تو اس کو کوئی کیا بتلاوے گا۔ یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں۔ سو آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو۔ بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم اس دعوائے ایمان میں سچے ہو کیونکہ ایمان بڑی نعمت ہے اور بدون تعلیم و توفیق حق تعالیٰ کے نصیب نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ ایسی بڑی نعمت عطا فرمادی اور یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی سب مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے (اور ان ہی کے موافق تم کو جزا دے گا پھر اس کے سامنے باتیں بنانے سے کیا فائدہ)"

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ خالی خولی زبانی ایمان و اسلام کے دعوے اور لن ترانی نہ مطلوب ہے نہ محمود ہے بلکہ حقیقت ایمان کی یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ اور رسول پر ایمان لائے جس کی پہچان اور شناخت یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل پیرا ہو اور جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے قطعاً گریز ہو۔ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تو کہے کہ شراب قطعاً حرام ہے، ہم کہیں کہ غیر ملکیوں کی مہمانداری کرنی بھی تو ضروری ہے۔ اللہ اور اس کا رسول تو کہے کہ سود یکسر حرام ہے، ہم کہیں کہ سودی لین دین چھوڑ کر پھر "ترقی" کیسے ہوگی اور یورپ و امریکہ کے بے دین ملکوں میں ہماری عزت اور ساکھ کیسے بنے گی۔ اللہ اور اس کا رسول تو کہے کہ چور کے ہاتھ کاٹ دو، زانی کو کوڑے اور رجم یعنی سنگساری کی سزا دو، ہم کہیں کہ اس ترقی اور تہذیب کے زمانے میں یہ سزائیں کیسے دی جاسکتی ہیں۔ یورپ والے ہم کو ظالم اور بے رحم کہیں گے۔ اللہ اور رسول تو کہیں کہ مالدار پر حج فرض ہے۔ اگر استطاعت ہوتے ہوئے حج نہ کیا تو اس کو اختیار ہے خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ مگر ہم کہیں کہ حج کی عام اجازت کیسے دی جاسکتی ہے جبکہ ملک کی دولت غیر ملک میں خرچ کرنے سے زرمبادلہ کی مشکلات پیش آتی ہیں۔ تو یہ ایمان اور اسلام خوب ہے کہ ایک ایک بات میں اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف اور ضد پر عمل ہو اور دعویٰ ہو کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ درس اب سے قریب ۱۷ سال پہلے یعنی ۱۹۷۶ء کا لکھا ہوا ہے جس وقت ملک میں یہی حالت تھی۔ تو جیسا کہ ان آیات سے صاف معلوم ہوا حقیقت ایمان کی یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ اور رسول پر ایمان و یقین ہو اور دوسری بات یہ کہ اس ایمان و یقین میں شک و شبہ اور تردد نہ ہو اور تیسری بات حقیقت ایمان کے لئے یہ فرمائی کہ دین کی بلندی کے لئے اللہ کے نام کی بڑائی اور عظمت کے لئے اپنے جان و مال کی قربانی کرتا۔ اپنی چاہت کے حال کو اللہ کے رستہ میں قربان کرتا اور اپنی عزیز جان کو اللہ کی رضا میں لگاتا اور فدا کرتا۔ تو کھرے اور کھوٹے ایمان کی کسوٹی ہے یہ آیت **انما المومنون الذین امنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا و جاھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصدقون** ○ ایمان والے تو وہی ہیں کہ جو۔

۱۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

۲۔ پھر انہوں نے کسی طرح شک و شبہ نہیں کیا۔

۳۔ اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کرتے رہے۔ وہی سچے بھی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو بھی اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں۔(آمین)

## دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی حقیقی ایمان و اسلام نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاکؐ کی سچی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرمائیں اور ہمارے دلوں کو شکوک و شبہات سے پاک فرمائیں۔

یا اللہ! اپنے دین کے لئے اور اپنی رضا کے لئے ہمیں اپنا جان، مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! آپ نے ہم کو اسلام عطا فرما کر ہم پر بڑا احسان و انعام فرمایا۔

اے اللہ! ہم کو اس نعمت کی قدر و عظمت عطا فرما اور ہم کو اسی اسلام پر تا زیست قائم رکھ اور اسی پر موت نصیب فرما۔(آمین)

**واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین**

KHATIME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160



# تحفۂ قادیانیت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کے نائب امیر اوّل
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ کی تصنیف لطیف

○ آپ کے قلم سے مختلف اوقات میں لکھے جانے والے رسائل و مقالات کا مجموعہ ○ معلومات کا خزانہ ○ دلائل کا انبار ○ حقائق کا انکشاف ○ ایک درویش منش بزرگ کے قلم سے قادیانیوں کی ہدایت کا سامان ○ رحمۃ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تیرہویں صدی میں تحفہ اثنا عشریہ تحریر فرمایا ○ اور انہیں کے وارث حضرت لدھیانوی صاحب نے پندرھویں صدی میں تحفہ قادیانیت تحریر فرمائی ○ عنوانات ملاحظہ ہوں ○ عقیدۂ ختم نبوت ○ قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین ○ عدالت عظمیٰ کی خدمت میں ○ قادیانیوں کو دعوت اسلام ○ چوہدری ظفر اللہ کو دعوت اسلام ○ مرزا طاہر کے جواب میں ○ مرزا طاہر پر آخری اتمام حجت ○ دو دلچسپ مباحثے ○ قادیانی فیصلہ ○ شناخت ○ نزول عیسیٰ علیہ السلام ○ المہدی و المسیح ○ قادیانی اقرار ○ قادیانی تحریریں ○ قادیانی زلزلہ ○ مرزا قادیانی نبوت سے مراق تک ○ قادیانی جنازہ ○ قادیانی مردہ ○ قادیانی ذبیحہ ○ قادیانی اور تعمیر مسجد ○ غدار پاکستان (ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی) ○ گالیاں کون دیتا ہے ○ قادیانیوں اور دوسرے کافروں میں فرق ○ قادیانی مسائل ○ غرض ختم نبوت' حیات عیسیٰ علیہ السلام' کذب مرزا قادیانی اور کسی بھی مسئلہ پر یہ کتاب فیصلہ کن ہے ○ انسائیکلوپیڈیا ہے

○ قادیانی' مذہب سے لے کر سیاست تک' مساجد سے عدالت تک کی کسی بھی ضرورت کے لئے اس کتاب کا آپ کے پاس ہونا ضروری ہے

دینی اداروں' علماء' مناظرین' وکلاء
تمام حضرات کی لائبریریوں کے لئے ضروری ہے

○ صفحات ۷۰۰
○ کاغذ عمدہ
○ کمپیوٹر کتابت
○ خوبصورت رنگین ٹائٹل
○ عمدہ اور پائیدار جلد
○ قیمت =/۱۵۰ روپے
جماعتی رفقاء و طلباء کے لئے رعایتی قیمت =/۱۰۰ روپے
ڈاک خرچہ بذمہ دفتر
○ پیشگی منی آرڈر آنا ضروری
مجلس کے مقامی دفاتر سے بھی طلب کریں

ملنے کا پتہ: مرکزی ناظم اعلیٰ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ
حضوری باغ روڈ ملتان ☏ 40978